34

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

6تا12 ستمبر 2007ء/23تا29 شعبان المعظم 1428ھ

www.tanzeem.org

تنظیمِ اسلامی

اس شمارے میں

اسلام تیرا دیس ہے......

آزادی کے ساٹھ سال: ہم کہاں کھڑے ہیں؟ (iii)

تکبّر اور رعونت میں مبتلا حکمران

کردستان کا مسئلہ اور رفاہ پارٹی

روزہ: توسّط و اعتدال کا نقیب

بے مثال!

'عظمت مصطفیٰ ﷺ'

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

الوہیّت کی اصل رُوح اقتدار ہے!

الٰہ کے جتنے مفہومات ہیں، ان سب کے درمیان ایک منطقی ربط ہے۔ جو شخص فوق الطبعی معنی میں کسی کو اپنا حامی و مددگار، مشکل کشا اور حاجت روا، دعاؤں کا سننے والا اور نفع یا نقصان پہنچانے والا سمجھتا ہے، اس کے ایسا سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک وہ ہستی نظامِ کائنات میں کسی نہ کسی نوعیت کا اقتدار رکھتی ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی سے تقویٰ اور خوف کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ناراضی میرے لیے نقصان کی اور رضامندی میرے لیے فائدے کی موجب ہے، اس کے اس اعتقاد اور اس عمل کی وجہ بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنے ذہن میں اس ہستی کے متعلق ایک طرح کے اقتدار کا تصور رکھتا ہے۔ پھر جو شخص خداوندِ اعلیٰ کے ماننے کے باوجود اس کے سوا دوسروں کی طرف اپنی حاجات کے لیے رجوع کرتا ہے اس کے اس فعل کی علت بھی صرف یہی ہے کہ خداوندی اقتدار میں وہ ان کو کسی نہ کسی طرح کا حصہ دار سمجھ رہا ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس وہ شخص جو کسی کے حکم کو قانون اور کسی کے امر و نہی کو اپنے لیے واجب الاطاعت قرار دیتا ہے، وہ بھی اس کو مقتدرِ اعلیٰ تسلیم کرتا ہے۔ پس الوہیّت کی اصل رُوح اقتدار ہے، خواہ وہ اقتدار اس معنی میں سمجھا جائے کہ نظامِ کائنات پر اس کی فرماں روائی فوق الطبعی نوعیت کی ہے یا وہ اس معنی میں تسلیم کیا جائے کہ دنیوی زندگی میں انسان اس کے تحتِ امر ہے اور اس کا حکم بذاتِ خود واجب الاطاعت ہے۔ یہی اقتدار کا تصور ہے جس کی بنیاد پر قرآن اپنا سارا زور غیر اللہ کی الٰہیّت کے انکار اور صرف اللہ کی الٰہیّت کے اثبات پر صرف کرتا ہے۔

قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

الھدیٰ (292)

سورۃ الانعام

(آیات:29تا32)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

﴿وَ قَالُوۡۤا اِنۡ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا عَلٰی رَبِّهِمۡ ؕ قَالَ اَلَیۡسَ هٰذَا بِالۡحَقِّ ؕ قَالُوۡا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۳۰﴾ قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتۡهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً قَالُوۡا یٰحَسۡرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطۡنَا فِیۡهَا ۙ وَهُمۡ یَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَهُمۡ عَلٰی ظُهُوۡرِهِمۡ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۳۲﴾﴾

’’اور کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد) پھر زندہ نہیں کئے جائیں گے۔ اور کاش تم (اُن کو اُس وقت) دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور وہ فرمائے گا کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) برحق نہیں، تو کہیں گے کیوں نہیں، پروردگار کی قسم (بالکل برحق ہی ہے)۔ اللہ فرمائے گا، اب کفر کے بدلے (جو دنیا میں کرتے تھے) عذاب (کے مزے) چکھو۔ جن لوگوں نے اللہ کے روبرو حاضر ہونے کو جھوٹ سمجھا وہ گھاٹے میں آ گئے۔ یہاں تک کہ جب اُن پر قیامت ناگہاں آ موجود ہوگی تو بول اُٹھیں گے کہ (ہائے) اُس تقصیر پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔ اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو، جو بوجھ یہ اُٹھا رہے ہیں بہت بُرا ہے۔ اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور مشغلہ ہے۔ اور بہت اچھا گھر تو آخرت کا گھر ہے (یعنی) اُن کے لئے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔‘‘

اور وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو بس دنیا کی زندگی ہے اور ہم دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے نہیں جائیں گے۔ جیسے آج کل کفر والحاد کے مختلف Shades ہیں، اسی طرح اُس وقت بھی تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو اللہ کو مانتے تھے مگر آخرت کا انکار کرتے تھے۔ بعض اللہ اور آخرت کو مانتے تھے مگر رسالت کے منکر تھے۔ اور یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو سرے سے اس بات کے ہی انکاری تھے کہ موت کے بعد اٹھایا بھی جائے گا۔ وہ کہتے تھے کہ زندگی تو بس یہی ہے، ہم مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ اور کاش تم وہ منظر دیکھ سکتے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ اس وقت اللہ ان سے پوچھے گا، کیا یہ بعث بعد الموت حق ہے یا نہیں؟ تم تو کہتے تھے کہ دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے، اب اٹھائے گئے ہو کہ نہیں؟ اس پر وہ کہیں گے کیوں نہیں اے ہمارے رب! تیری قسم یہ تو حق تھا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اب اپنے انکار (آخرت) کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو۔ فرمایا، بڑے گھاٹے میں پڑ گئے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے انکاری ہیں۔ یہاں تک کہ وہ وقت ان پر اچانک آ جائے گا۔ انفرادی طور پر ایک انسان کے لئے یہ وقت ناگہاں موت کا وقت ہے اور تمام دنیا کے لئے یہ قیامت کی گھڑی ہے۔ جب یہ گھڑی آ جائے گی تو کہیں گے ہائے افسوس، اس بارے میں ہم سے کتنی کوتاہی ہوئی۔ ہم نے قیامت کو جھٹلایا مگر یہ تو حق بن کر سامنے آ گئی۔ اور وہ اپنے کفر وشرک اور گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھوں کے اوپر لادے ہوئے ہوں گے۔ آگاہ ہو جاؤ، بہت بُرا بوجھ ہوگا جو یہ اٹھائے ہوں گے۔

اور دنیا کی زندگی تو بس کھیل، تماشا اور جی بہلاوا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دنیا کی زندگی کی کچھ حقیقت نہیں۔ اگرچہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ آخرت کی زندگی ابدی ہے جبکہ دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے، لیکن حیات دنیوی کی اپنی جگہ حقیقت اور اہمیت مسلمہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں زندگی اس انداز سے گزارنا ضروری ہے کہ آخرت کی زندگی سنور جائے۔ اگر یہاں کچھ بویا ہی نہیں تو وہاں کاٹو گے کیا۔ یہ زندگی امتحانی وقفہ، اور ایک حقیقت ہے۔ ہاں دنیا اور آخرت کا تقابل کریں گے تو یہ زندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ چند گھنٹے کا ایک ڈرامہ ہے جس میں کسی کو بادشاہ بنا دیا گیا، کسی کو فقیر۔ سٹیج سے باہر جا کر جب وہ کپڑے تبدیل کر لیں گے تو سب ایک جیسے ہو جائیں گے۔

اور یقیناً آخرت کا گھر تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے کہ آخرت کی کامیابی کے لئے اس دنیا میں اچھے کام کر کے ابدی زندگی کے لئے تیاری کرو۔

فرمان نبوی ﷺ

حلال روزی کمانا فرائض میں سے ہے

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :((طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ)) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’حلال روزی حاصل کرنے کی فکر و کوشش فرض کے بعد فریضہ ہے۔‘‘

تشریح: اکثر شارحین نے حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے، نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ اسلام کے اولین اور بنیادی ارکان وفرائض ہیں۔ ان کی ادائیگی پر بندہ اجر وثواب کا مستحق ہے۔ البتہ درجہ اور مرتبہ میں ان کے بعد حلال روزی حاصل کرنے کی فکر اور کوشش بھی ایک اسلامی فریضہ ہے۔ اور اس میں مشغول ہونا عین دین و عبادت اور موجب ثواب ہے۔ اور اگر بندہ اس سے غفلت برتے گا تو خطرہ ہے کہ حرام روزی سے پیٹ بھرے اور نتیجتاً آخرت میں خوفناک انجام سے دوچار ہو۔

"تا خلافت کی بناء' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — شمارہ 34
6 تا 12 ستمبر 2007ء
23 تا 29 شعبان المعظم 1428ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا................(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

بی بی سی نے پاکستان کے حوالہ سے کہا ہے "نو مارچ سے بیس جولائی تک عدلیہ کے محاذ پر جو معرکہ لڑا گیا اس کے نتیجہ میں کئی عشروں کے بعد ایک حقیقی تبدیلی کے لیے ملک گیر امنگ دیکھنے میں آئی مگر بدقسمتی یہ ہے کہ تبدیلی کے لیے تیار سٹیج پر سوار ہونے کے لیے کوئی اہلیت دکھا رہا ہے اور نہ ہی آمادہ نظر آتا ہے۔ لینن، ماؤزے تنگ، گاندھی، جناح، ناصر، خمینی، منڈیلا، یا آنگ سانگ سوچی جیسی کسی شخصیت کا عکس کسی اور میں ڈھونڈنا تو خیر دیوانگی ہوگی یہاں تو کوئی نیپالی پراچندہ، فلپینی کورازون اکینو، پولش تیخ ویسا، چیکوسلوواکین ویسلاف بادل اور وینزویلین ہوگو شاویز کی تیسری کاربن کاپی بھی نظر نہیں آ رہی جو تبدیلی کے لیے تیار پاکستانی سماج کو ایک منظم دھارے کی صورت دے سکے۔ ہاں فضا میں گِدھ ضرور منڈلا رہے ہیں جنہیں یہ گمان ہے کہ تبدیلی کی آرزو کا نوزائیدہ بچہ جیسے ہی خوراک یا آکسیجن کی کمی کے سبب آنکھیں پتھرائے تو اسے جھپٹ لیا جائے۔ قیادت کا کوئی بھی دعویدار اپنی ذات، اپنی ناک اور اپنے ذہن کی تنگ سرنگ سے آگے کچھ دیکھ نہیں سکتا ہے یا دیکھنا ہی نہیں چاہ رہا۔ کسی کو ذاتی مقدمات کے کمبل سے جان چھڑانے کی پڑی ہے تو کسی کو چھینے گئے اقتدار کی بحالی کی لگی ہے تو کوئی پرمٹوں عہدوں اور وقتی مراعات کی ہڈیاں چبانے کے لیے خود کو گروی رکھنے کے لیے تیار ہے۔ کیا اِس خطے کی قسمت میں حسینہ واجد، خالدہ ضیا، بے نظیر بھٹو، نواز شریف، مولانا فضل الرحمٰن، جنرل ارشاد اور جنرل مشرف وغیرہ ہی لکھے ہیں۔"

بی بی سی نے پاکستان کے حالات پر جو تبصرہ کیا ہے اور جس روز یہ اخبارات میں شائع ہوا ہے اسی روز کے اخبارات میں شائع ہونے والی تین خبروں کو غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تبصرہ بحیثیت مجموعی بالکل درست ہے۔ ایک خبر یہ ہے کہ کلورکوٹ کے نواحی قصبہ سگوشالی میں دس سالہ محمد اکرم کو علاقے کے چودھری اور ناظم ناصر سگو نے موبائل چوری کے شبہ میں تشدد کر کے اور بعد ازاں اُس پر شکاری کتے چھوڑ کر اُسے ہلاک کر دیا۔ دوسری خبر یہ ہے کہ ایک ٹھیکیدار نے 45 سالہ محنت کش عورت کو مزدوری مانگنے پر زندہ جلا دیا۔ اور تیسری خبر یہ ہے کہ نواز شریف نے امریکی ٹی وی سی این این کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ مشرف غلط طریقے سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ ہم یقین کامل سے دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑیں گے۔ اگر قوم اور پارلیمنٹ ساتھ نہ ہو تو آپ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں لڑ سکتے۔ پہلی دو خبروں سے اِس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس معاشرے میں ظلم اب اپنی آخری انتہا کو پہنچ چکا ہے اور تیسری خبر تو قوم پر بجلی بن کر گری ہے، جس لیڈر کے لیے قوم چشم براہ ہے جسے نجات دہندہ سمجھا جا رہا ہے۔ خبریں آ رہی ہیں کہ ایسا مثالی استقبال ہوگا کہ موجودہ حکومت اُس سیلاب میں تنکے کی طرح بہہ جائے گی۔ وہ طوفان اُٹھے گا کہ حکومتی رکاوٹیں ریت کی دیوار ثابت ہوں گی۔ اِس عوامی لیڈر میں انقلاب کی معمولی سی رمق بھی نہیں ہے۔ وہ بھی سٹیٹس کو کا محافظ بن کر سامنے آئے گا۔ وہ بھی حق و باطل میں فرق کرنے والا نہیں بلکہ طاقت کے سامنے سر جھکا دینے کا قائل ہے۔ اس نے امریکی ٹی وی سی این این کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: "ہم یقین کامل کے ساتھ دہشت گردی کے خلاف جنگ کریں گے۔" یہ کہہ کر موصوف نے درحقیقت بش انتظامیہ کو یہ پیغام دیا ہے کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ صرف مشرف اور بے نظیر ہی آپ کی خدمت کر سکتے ہیں۔ ہم پورے خلوص کے ساتھ علاقے میں آپ کو مقاصد کے حصول میں مدد اور تعاون فراہم کریں گے، صرف آپ کی نگاہ کرم کی ضرورت ہے۔ ہم اِن سے بہتر خدمت گزار ثابت ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ ضرورت تو یہ تھی کہ امریکہ سے پوچھا جاتا کہ دہشت گردی کی تعریف کیا ہے؟ دہشت گردی کی حمایت یقیناً حماقت ہے، لیکن کسے آپ دہشت گردی کہیں گے اور کسے نہیں کہیں گے۔ جسے آپ "دہشت گردی" کہتے ہیں کیا یہ بلا وجہ اور شغل کے طور پر (باقی صفحہ 17 پر)

مسجد قرطبہ

(ہسپانیہ کی سرزمین بالخصوص قرطبہ میں لکھی گئی)

(چھٹا بند)

کعبۂ اربابِ فن! سطوتِ دینِ مبین
تجھ سے حرم مرتبت اندلسیوں کی زمیں

ہے تہِ گردوں اگر حُسن میں تیری نظیر
قلبِ مسلماں میں ہے اور نہیں ہے کہیں!

آہ وہ مردانِ حق! وہ عَربی شہسوار
حاملِ "خلقِ عظیم" صاحبِ صدق و یقیں

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمزِ غریب
سلطنتِ اہلِ دل فقر ہے، شاہی نہیں!

جن کی نگاہوں نے کی تربیتِ شرق و غرب
ظلمتِ یورپ میں تھی جن کی خرد راہ بیں

جن کے لہو کی طفیل آج بھی ہیں اندلسی
خوش دل و گرم اختلاط، سادہ و روشن جبیں

آج بھی اس دیس میں عام ہے چشمِ غزال
اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشیں

بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے!
رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے!

(جاری ہے)

اِس بند میں اقبال نے پہلے دو شعروں میں مسجد کے فنِ تعمیر کی تعریف کی ہے۔ پھر اِس مسجد کے بنانے والوں کی عظمت اور اُن کے کارناموں کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔ کہتے ہیں کہ اے مسجدِ قرطبہ! تُو فنونِ لطیفہ کے ماہروں کی نظر میں ایسی ہی لائقِ احترام ہے، جیسے کعبہ مسلمانوں کی نظروں میں۔ تیری سطوت وعظمت کے پیشِ نظر یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ماہرینِ فن کے نزدیک تیری حیثیت حرمِ کعبہ سے کم نہیں۔ تُو ہی ہے جس سے ملتِ اسلامیہ کی شان وشوکت میں اضافہ ہوا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اُندلس کی سرزمین بھی تیرے سبب دوسروں کے لیے انتہائی عزت واحترام کی حق دار بن گئی ہے۔ دوسرے شعر میں کہا ہے کہ آسمان تلے، زمین پر تیری خوبصورت اور باکمال تعمیر کی دوسری مثال تلاش کی جائے تو اس کا ملنا خارج از امکان ہے۔ ہاں اگر اِس کا وجود ممکن ہے تو وہ تیرے معمار مسلمانوں کے دلوں میں ہی ہوسکتا ہے کہ یہی لوگ تیری عظمت وسطوت کا شعور وادراک رکھتے تھے۔

اقبال نے دوسرے شعر میں مسجد قرطبہ کو مخاطب کر کے کہا ہے، تیرے حُسن و جمال کی نظیر، اِس دنیا میں اگر کہیں مل سکتی ہے تو وہ صرف قلبِ مومن ہے۔ واضح ہو کہ اقبال نے مسجد کو قلبِ مومن سے تشبیہ دے کر دو باتیں ثابت کی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ مومن کا دل حسن و جمال کا مرکز اور منبع ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ دنیا کی کوئی مسجد حسن و جمال کے اعتبار سے جامع قرطبہ کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

2۔ مسجد قرطبہ کی چند تعمیراتی خوبیاں اگرچہ ہم پہلے بند کی تشریح میں بیان کر چکے ہیں، تاہم چند مزید ضروری باتیں یہ ہیں۔ اِس بے نظیر مسجد کی تعمیر عبدالرحمٰن اوّل نے شروع کی اور اس کے جانشین ہشام نے 180/796ء میں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اُس کے جانشین عبدالرحمٰن ثانی نے اس میں توسیع کی، اور اُس کے جانشین سلطان اعظم عبدالرحمٰن ثالث نے دو لاکھ 61 ہزار 532 دینار سُرخ اُس کی آرائش وزیبائش پر صرف کر کے اسے مساجدِ عالم کی ملکہ بنا دیا۔ اس مسجد کا منبر خالص ہاتھی دانت کا تھا۔ اور اس میں بہت سے جواہرات لگے تھے۔ اس منبر پر 35 ہزار دینار صرف ہوئے تھے۔ یعنی موجودہ زمانے میں اس کی قیمت ساٹھ لاکھ دینار سے بھی زیادہ ہوئی۔

اس مسجد میں 1417 خالص سنگِ مرمر کے ستون ہیں، جن کے نقش ونگار کمالِ فن کی دلیل ہیں۔ شام کے وقت اس میں دس ہزار جھاڑ فانوس روشن ہوتے تھے۔ وسط میں تین سب سے بڑے جھاڑ فانوس خالص چاندی کے تھے۔ باقی سب پیتل کے تھے۔ اِن میں سے ہر ایک میں 1480 پیالے روشن ہوتے تھے، جن میں ہر شب کو 36 سیر تیل جلتا تھا۔ تین سو فراش اس کی صفائی پر متعین تھے۔

3۔ تیسرا شعر اقبال نے لفظ "آہ" سے شروع کیا ہے۔ یہ لفظ اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمانانِ اُندلس کی تاریخ ایک دردناک المیہ ہے۔ اُن کی پوری تاریخ اِس ایک لفظ "آہ" میں پوشیدہ ہے۔ "مردانِ حق" کی ترکیب یہ بتاتی ہے کہ جن لوگوں نے ہسپانیہ کو فتح کیا تھا، یعنی طارق بن زیاد اور اُن کے ہمراہی وہ مردانِ حق یعنی سچے مسلمان تھے۔ اُن کی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ حق کا بول بالا ہو۔

"عربی شہسوار" کی ترکیب یہ بتاتی ہے کہ وہ لوگ عربی النسل تھے اور شہسواری میں ممتاز تھے، بلکہ یہ اُن کی قومی خصوصیت یہ تھی۔ علاوہ ازیں اِس لفظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہسپانیہ میں تجارت کرنے کے بہانے سے داخل نہیں ہوئے تھے، بلکہ انہوں نے اِس ملک پر فوج کشی کی تھی۔ خُلقِ عظیم، یہ ترکیب اقبال نے قرآن مجید سے مستعار لی ہے، اسی لیے اِس کو "واوین" میں لکھا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کی شان میں فرمایا ہے: "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" بے شک آپؐ بہت بلند اخلاق رکھتے ہیں۔ حاملِ خلقِ عظیم میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ بھی چونکہ سچے مسلمان تھے، اس لیے بلند اخلاق کے مالک تھے۔

4۔ یہی وہ مردانِ حق تھے جن کے طرزِ حکومت سے یہ حقیقت واضح ہوسکتی ہے کہ سچے مسلمان کی شاہی میں بھی فقر کا رنگ پایا جاتا ہے، یعنی مومن کی حکومت انسانوں کے حق میں باعثِ رحمت ہوتی ہے۔

5۔ اِن مردانِ عشق نے مشرق اور مغرب کو اسلام کے نُور سے منور کر دیا، اور اِنہی کی بدولت یورپ میں، جو اُن کی آمد سے قبل جہالت اور اوہامِ باطلہ کی تاریکی میں مبتلا تھا، علم وفن کی روشنی پھیل گئی۔ چنانچہ یورپ کی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ اِس خطے میں علوم وفنون کی اشاعت مسلمانوں ہی کے ذریعے ہوئی۔ قرطبہ اور غرناطہ کے مدرسوں میں انگلستان، فرانس، جرمنی اور اٹلی کے طلبہ مختلف علوم وفنون حاصل کرتے تھے اور ایکویناس، جان اسکاٹس، راجر بیکن وغیرہم یہ سب مغربی فلسفی اُندلسی مفکر ابن رشد ہی کے خوشہ چیں ہیں۔

6۔ یہی وہ لوگ تھے، جنہوں نے اُندلس کو اپنے علم واخلاق سے آراستہ کیا اور آج بھی وہ لوگ یہ سبق نہیں بھولے ہیں۔

7۔ آج بھی ہسپانیہ کے باشندوں میں عربی خون کی آمیزش کی وجہ سے خوش مزاجی، مہمان نوازی، سادہ دلی اور حُسنِ ظاہری کا رنگ پایا جاتا ہے۔

8۔ آج بھی اُندلس کی ہوا میں یمن کی خوشبو، اور وہاں کے باشندوں کی گفتگو میں حجازی لب ولہجے کا اثر ہے۔

آزادی کے ساٹھ سال:

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

(iii)

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 31 اگست 2007ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! بحیثیت قوم اپنی حیثیت اور مقام کا جائزہ لینے کے لئے تیسرا نکتہ خود احتسابی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم اس امر کا جائزہ لیں کہ ہم نے گزشتہ ساٹھ برسوں کے دوران مختلف حوالوں سے پیش رفت کی ہے یا پسپا ہوئے ہیں۔ اگر ہم حقیقت پسندانہ انداز میں یہ تجزیہ کر لیں تو ہماری قوم کی حالت نکھر کر ہمارے سامنے آ جائے گی۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ o وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ o﴾ (القیامۃ: 15,14)

''بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے، اگرچہ عذر و معذرت کرتا رہے۔''

ہم نے آگے کی جانب سفر کیا ہے یا پیچھے کی طرف، اِس کے لئے پہلی چیز منزل کا شعور ہے۔ کیونکہ اِسی سے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ ہم منزل کے قریب ہوئے ہیں یا اُس سے دور ہو گئے ہیں۔ ہم نے قیام پاکستان کے لئے جو تحریک چلائی تھی، اُس کا ہدف اور منزل ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ بانیانِ پاکستان نے اپنی تقریروں اور بیانات میں واضح کیا تھا کہ ہمارے پیش نظر ایک ایسے آزاد اور خود مختار خطہ کا حصول ہے، جہاں اسلام کے اصول حریت، عدل و مساوات پورے طور پر جلوہ گر ہوں، جہاں خلافت کا نظام پوری آب و تاب سے قائم ہو اور جو صحیح معنوں عہد حاضر کی اسلامی فلاحی ریاست کہلا سکے۔

قیام پاکستان کے کچھ ہی عرصہ بعد ہم نے ریاستی سطح پر قرار داد مقاصد منظور کی، اور اِس طرح یہ طے کر دیا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگی، جہاں حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی نہ کہ عوام کی۔ گویا پاکستان میں سیکولر مغربی جمہوریت کے اس تصور پر ہرگز عمل نہیں کیا جائے گا، جس میں Sovereignty عوام کو حاصل ہوتی ہے بلکہ اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوگا۔ مسلمانان پاکستان کتاب و سنت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے قانون سازی کر سکیں گے مگر تمام ارکان پارلیمنٹ اور سو فیصد عوام مل کر بھی قرآن و سنت کے منافی قانون نہ بنا سکیں گے۔ یقیناً یہ ایک مثبت پیش رفت تھی۔ البتہ اس پیش رفت کے ساتھ ابتدائی دور ہی میں ایک ڈنڈی بھی ماری گئی۔ اور وہ یہ کہ قرارداد مقاصد کو آئین کا باقاعدہ حصہ نہیں بنایا گیا۔ 1956ء، 1962ء اور 1973ء کے دساتیر میں یہ قرارداد محض دیباچہ کی حیثیت سے شامل کی گئی۔ البتہ ضیاء الحق کے دور میں کچھ پیش رفت ہوئی۔ اور قرارداد مقاصد کو آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا گیا۔ اور اس کی وجہ صاف ظاہر ہے، بھٹو کے خلاف سیاسی جماعتوں کے اتحاد پاکستان نیشنل الائنس نے جو تحریک چلائی تھی، اسے نظام مصطفیٰ ﷺ تحریک کا نام دیا گیا تھا۔ چنانچہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے لوگوں نے اس تحریک کا ساتھ دیا۔ وہ سڑکوں پر آئے اور انہوں نے گولیاں کھائیں۔ اندریں حالات جب ضیاء الحق مرحوم نے مارشل لاء نافذ کیا، تو ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ اسلامی نظام کی جانب پیش رفت کرتے۔ ضیاء الحق نے بھی بہت سا وقت ضائع کیا۔ بعد ازاں دستوری سطح پر اسلامائزیشن کے لیے انہوں نے اگرچہ چند اقدامات کیے، لیکن یہ نیم دلانہ اور نمائشی تھے۔ مثال کے طور پر دستور کی رو سے اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی۔ مگر ان اداروں کی حیثیت کاغذی تھی، کیونکہ انہیں اختیارات نہیں دیئے گئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا کام اس امر کا جائزہ لینا تھا کہ آئین و دستور پاکستان اور ملکی قانون میں کون کون سے امور اسلام اور شریعت سے متصادم ہیں، اور انہیں کس طور سے روح شریعت کے مطابق تبدیل کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے نظریاتی کونسل نے گراں قدر تحقیقی کام کیا۔ مگر اس کی سفارشات سرد خانوں کی نذر ہوتی رہیں۔ کیونکہ ان پر عمل درآمد کے لیے کوئی میکنزم نہیں بنایا گیا تھا۔ اسی طرح وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے بھی اہم ترین معاملات کو باہر کر کے عملاً اسے غیر موثر ادارہ بنا دیا گیا۔ موجودہ حکومت نے تو ایک اور گھناؤنا جرم یہ کیا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت میں ایسے اسلامی دانشور لا بٹھائے، جن کا فکری رشتہ منکرین سنت کے گروہ سے ملتا ہے۔ اور انکار سنت کے بارے میں تمام مکاتب فکر کی متفقہ رائے ہے کہ یہ سراسر گمراہی ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اونہ رسیدی تمام بولہبی است

بہرکیف دستوری اور قانونی سطح پر ساٹھ سال گزر جانے کے باوجود ہم کوئی پیش رفت نہیں کر سکے۔ اور اب تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ہم اسلامی نظام اور نفاذ شریعت کی منزل سے مزید دور ہوتے جا رہے ہیں۔

پاکستان کا اساسی نظریہ اسلام ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ۔ نظریہ پاکستان ملک کی جڑ اور بنیاد ہے، اور یہی اس کے استحکام کا ضامن ہے۔ مگر افسوس کہ اس نظریئے کے حوالے سے ہم نے گزشتہ ساٹھ برسوں میں پسپائی اختیار کی۔ گزشتہ ایک سال سے تو پسپائی کا یہ عمل اور زیادہ تیزی کے ساتھ ہوا ہے۔ آج ہمارے بعض دانشور اس کوشش میں ہیں کہ پاکستان کا رشتہ اسلام سے کاٹ دیں، بالکل اسی طرح جیسے منکرین سنت، سنت کا ناطہ قرآن سے توڑنے کی گمراہ کن کوشش کر رہے ہیں۔ یہ تصور کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس کی منزل ایک اسلامی فلاحی ریاست تھی، اس بارے میں یہ لوگ عوام کے ذہنوں کو پراگندہ کر رہے ہیں اور ان میں شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ہمارا الیکٹرانک میڈیا اس منفی پروپیگنڈہ اور بگاڑ کے عمل میں پورے طور سے شریک ہے۔ وہ ایسے دانشوروں کو آگے لا رہا ہے۔ ان کے پھیلائے غلط تاثر کو عام کر رہا ہے۔ یہی وہ دانشور ہیں جو اسلام کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔ حکومتی سرپرستی میں اسلام کے حقیقی تصور کی بجائے، نام نہاد روشن خیالی اور جدیدیت کے لبادے میں اسلام کا ایک ایسا ایڈیشن معاشرے کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، جہاں حلال و حرام کی کوئی پابندی نہ ہو، دینی اقدار و روایات کی حرمت اور احترام بے معنی ہو، ستر و حجاب اور شرم و حیا قصۂ ماضی قرار پائیں۔ ایک ایسا تصور دین عام کرنے کی سعی ہو رہی ہے جو یہود و نصاریٰ، امریکہ و اسرائیل کے لیے قابل قبول ہو۔ یاد رکھئے، وہ اسلام جو یہود و نصاریٰ کے نزدیک قابل قبول ہو، اسلام ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن حکیم کا اٹل فیصلہ ہے:

﴿ وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ ط قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَ ھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ

جَآءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ لا مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ o﴾(البقرہ:120)

''اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی۔ یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو۔ (ان سے) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی خدا) آ جانے پر ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو (عذاب) اللہ سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار۔''

اب آیئے، اس بات کا جائزہ لیں کہ قومی آزادی اور خودمختاری کے حوالے سے ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ بلاشبہ بے شمار قربانیاں دے کر ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا اور انگریز کی غلامی اور محکومی سے آزادی پائی تھی۔ آج ہماری یہ آزادی شدید خطرے میں ہے۔ اگرچہ تاریخ پاکستان کے ہر دور میں ہماری آزادی کو چرکے لگتے رہے، مگر نائن الیون کے واقعہ کے بعد تو ہم امریکہ کے غلام بن گئے۔ اس غلامی کے مختلف مظاہر ہماری پالیسیوں میں سامنے آتے ہیں۔ ہم نے گزشتہ چند سالوں میں ہر ہر معاملے میں اپنے سابقہ موقف سے یوٹرن لیا۔ اسلام، نظریۂ پاکستان، نصاب تعلیم، اور خارجہ پالیسیوں کی تشکیل میں امریکی ڈکٹیشن اور زیادہ صحیح الفاظ میں احکام پر عمل کیا۔ ان تمام معاملات میں ہم نے نہ تو احکام الٰہی کی پروا کی اور نہ ہی عوامی اُمنگوں کا خیال رکھا۔ اور اب تو ہماری محکومی اور غلامی آخری حدوں کو چھونے لگی ہے، اور ہماری آزادی سوالیہ نشان بنتی جا رہی ہے۔ کیونکہ ہمارے قبائلی علاقہ جات میں امریکہ آئے روز کارروائیاں کر رہا ہے اور ہمارے حکمران نہ صرف دفاع وطن کے فریضے سے غافل ہیں، بلکہ قبائلی بھائیوں کے خلاف کارروائی میں عملاً امریکہ کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ہمارے حکمران اب تک تو یہ کہتے رہے ہیں کہ امریکہ کو پاکستان کے اندر کارروائی کرنے کا کوئی حق نہیں، مگر اب یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ ہماری حکومت نے امریکی اور نیٹو افواج کو قبائلی علاقوں میں آپریشن کی کھلی اجازت دی ہوئی ہے۔ قومی اخبارات میں اس معاہدے اور اجازت نامے کا عکس بھی شائع ہو چکا ہے۔

کسی بھی زندہ قوم کی پہچان قومی یکجہتی اور اتحاد ہوتا ہے۔ اتحادیوں تو ہر قوم کی ضرورت ہے۔ مگر مسلمان تو بالخصوص جسد واحد کی مانند ہوتے ہیں، ان میں یکجہتی اور اخوت کا ہونا، دینی ضردت ہے۔ اگر اس پہلو سے دیکھا جائے، تو ہمارے سامنے نہایت خوفناک صورتحال آتی ہے۔ آج ہم مختلف قسم کے تاثرات میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اور قومی وحدت خواب وخیال بن کر رہ گئی ہے، قوم کا وجود صوبائیت، لسانیت اور فرقہ واریت کے تیروں سے چھلنی ہے۔ پچھلے ایک سال سے اس صورت حال کی سنگینی میں ایک اور پہلو کا بھی اضافہ ہوا ہے۔ وہ یہ کہ فوج اور عوام کے درمیان فاصلے بڑھ چکے ہیں فوج ملک کا محترم ادارہ ہے۔ چونکہ یہ ملک وقوم کی محافظ ہوتی ہے اس لیے افرادِ قوم کے دلوں میں اپنی فوج کے لیے احترام اور محبت کے جذبات ہوتے ہیں، مگر جنرل پرویز مشرف کے غلط اقدامات اور ظالمانہ پالیسیوں کے سبب محبت اور احترام کا یہ رشتہ روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ لال مسجد کے خلاف فوجی آپریشن کے بعد صورت حال اس قدر گھمبیر ہو چکی ہے۔ اب فوج پر باقاعدہ حملے ہو رہے ہیں، فوجیوں کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ فوج اور عوام کے درمیان تصادم سے ملک میں خانہ جنگی کی راہ ہموار ہو رہی ہے۔ اور اس طرح ہم ایک خوفناک انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

خود احتسابی ایک پہلو معاشی حالت کا جائزہ لینا ہے۔ معاشی اور اقتصادی طور پر ہماری حالت بھی دگرگوں ہے۔ غربت و افلاس ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ غربت کے نتیجے میں خودکشیوں، اور جرائم کی شرح بڑھ رہی ہے۔ ہمارے مقتدر طبقات قوم کو دھوکہ دینے کے لیے خواہ کتنے ہی خوش کن اعداد و شمار پیش کریں۔ کہ زرمبادلہ کے ذخائر بڑھ رہے ہیں اور معاشی ترقی ہو رہی ہے، حقائق بہرحال چھپ نہیں سکتے۔ گزشتہ ماہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ ''پاکستان پر خراب حکمرانی مسلط ہے، کرپشن جڑیں پکڑ چکی ہے، اور سماجی اشاریے ایشیا میں سب سے زیادہ خراب ہیں۔'' حقیقت تو یہ ہے کہ ہماری معیشت اس وقت نہ صرف روبہ زوال ہے بلکہ زبردست مشکلات کا شکار ہے۔ صنعتی شعبہ میں بڑے پیمانہ پر اشیاء کی شرح نمو تین برسوں سے مسلسل گر رہی ہے۔ افراط زر کی شرح بدستور اونچی ہے۔ گزشتہ مالی سال غذائی گرانی کی شرح دس فیصد سے تجاوز کر گئی، جس سے کم آمدنی والے کروڑوں عوام کی زندگی اجیرن ہو گئی۔ اہم اور منافع بخش قومی ادارے تیزی سے پیچھے جا رہے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ملکی قرضوں کا حجم 1999ء کے مقابلے میں بڑھا ہے۔ معروف ماہر اقتصادیات ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی کے بقول اس بات کے شواہد نظر آ رہے ہیں کہ معیشت بحران کی طرف بڑھ رہی ہے اور آنے والے برسوں میں معیشت کی شرح نمو برقرار نہیں رہے گی۔ یہ خدشہ بھی ہے کہ پاکستان کو ایک مرتبہ پھر آئی ایم ایف کے سامنے دست سوال دراز کرنا پڑے گا۔''

سیاسی حوالے سے بھی ہماری حالت تشویش ناک ہے۔ ملک سیاسی انتشار کا شکار ہے۔ ہمارے سیاست دان ہر دور میں گروہی اور ذاتی مفادات کے اسیر رہے ہیں۔ وہ کبھی بھی ذاتی اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر سوچنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ موجودہ دور میں اس کی بدترین مثال پاکستان پیپلز پارٹی ہے، جس نے ڈیل کی سیاست کو پروان چڑھا کر اصولی سیاست کا جنازہ نکال دیا ہے۔ نواز شریف صاحب نے اگرچہ موجودہ دور میں اصولی سیاست کی ہے۔ لیکن ماضی میں ان کا دامن بھی بے اصولی کی سیاست اور امریکہ نوازی سے

پریس ریلیز

یکم ستمبر 2007ء

شرعی عدالتوں کو ختم کرنے کا عزم وارادہ حکومتی بدنیتی کا ثبوت ہے
وفاقی شرعی عدالت کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے برابر اختیارات دیئے جائیں

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اٹارنی جنرل ملک قیوم کے اخباری بیان ''شرعی عدالت سمیت تمام خصوصی عدالتیں ختم کر دینی چاہئیں'' پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ صدر پرویز مشرف اور اس کے اہم حکومتی اہلکار اپنے اقتدار کے آخری ایام میں بھی ملک کو سیکولر بنانے کے عزم پر کاربند ہیں۔ یہ شرعی عدالتیں ہی ہیں، جہاں شرعی قوانین کے حوالے سے راہنمائی کے لیے رجوع کیا جاتا ہے اور انہیں شرعی عدالتوں نے ملک میں جاری سودی نظام کو حرام قرار دیا تھا۔ ان کو ختم کرنے کا عزم وارادہ حکومتی بدنیتی کا ثبوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر شرعی عدالتوں کو ختم کیا گیا تو حکومت کو زبردست عوامی دباؤ کا سامان کرنا پڑے گا جو حکومتی تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے برابر اختیارات دیئے جائیں تاکہ وہ بہترین انداز میں شرعی قوانین کی تشریح کر سکیں اور اس کے جج صاحبان کی شرائط ملازمت اور مراعات بھی ہائی کورٹ کے ججوں کے مساوی ہونی چاہئیں۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

داغدار رہا ہے۔ دین سے بے وفائی انہوں نے بھی کی ہے۔ انہی کی حکومت نے بینک انٹرسٹ کے حوالے سے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی تھی۔ بہرحال ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اُنہوں نے صاف اور شفاف سیاست کا عزم کیا ہے تو پھر یہ دیر آید درست آید والا معاملہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ وہ پاکستان میں اصول اور نظریہ کی سیاست کو پروان چڑھائیں، کیونکہ اسی میں اس ملک اور ملت کا بھلا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا، تو امریکی غلامی کا طوق کبھی ہمارے گلے سے نہ اُتر سکے گا۔ ہماری ملکی سیاست میں دینی سیاسی جماعتوں کا کردار بھی قابل رشک نہیں رہا۔ گزشتہ چند برسوں میں ان کی ساکھ تشویش ناک حد تک خراب ہوئی ہے۔ متحدہ مجلس عمل نے گزشتہ انتخابات میں کافی نشستیں حاصل کی تھیں، اور تب سے صوبہ سرحد میں اُس کی بلا شرکت غیرے حکومت بھی چلی آ رہی ہے۔ مگر نظریاتی سمت میں اس نے کوئی پیش رفت نہیں کی، بلکہ وہ انتظامی معاملات میں بھی دیگر صوبوں کے مقابلے میں کوئی قابل ذکر بہتری نہیں لاسکی۔ پھر یہ کہ سترھویں ترمیم کی منظوری کی صورت میں ایم ایم اے نے فوجی آمریت کے ساتھ جو تعاون کیا، اس نے بھی مجلس کی ساکھ کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا۔

ملک و قوم کی ترقی کا ایک مظہر یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے ادارے مستحکم ہوں۔ اس حوالے سے بھی ہماری صورتحال غیر تسلی بخش ہے۔ ملک کے تمام ادارے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ ہمارے حکمران ایک عرصہ تک گڈ گورننس کا نعرہ لگاتے رہے ہیں، مگر اس کا کہیں نام و نشان تک دکھائی نہیں دیتا۔ حکمران بلند بانگ دعوے کریں تو کر سکتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ آج ہمارا ہر ادارہ عدم استحکام سے دوچار ہے اس میں استثناء صرف عدلیہ کو حاصل ہے۔ جو وکلاء کی غیر سیاسی تحریک کے نتیجے میں مضبوط ہوئی ہے۔ اگرچہ عدلیہ کی آزادی اور استحکام مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی کی کرن بن کر سامنے آیا ہے، تاہم عدلیہ کے ادارہ کے علاوہ بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو ہمارے ادارے شدید عدم استحکام کا شکار ہیں۔

ملک و ملت کی موجودہ سنگین صورت حال پر جب نگاہ پڑتی ہے تو کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو جو مہلت دی تھی شاید اب وہ پوری ہونے کو ہے۔ چھوٹے چھوٹے عذابات تو ہم پر پہلے بھی آتے رہے ہیں کہیں بڑا عذاب ہم پر نہ آ جائے۔ دشمن تو آئے روز ہمارے خاتمے کی پیشن گوئیاں کر رہے ہیں۔ خاکم بدہن، ان کی پیشن گوئیاں کہیں پوری نہ ہو جائیں۔ بہرحال اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مزید مہلت دی ہے تو ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ ہماری بقا اور سلامتی کا راستہ رجوع الی اللہ ہے۔ ہم نے امریکہ کو حاکم بنا رکھا ہے، لیکن ہمارے مسائل اُس وقت حل ہوں گے جب احکم الحاکمین کا دامن تھامیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

تنظیمی اطلاعات

تنظیم اسلامی کے مختلف حلقہ جات کی مقامی تناظیم میں امراء کے دو سال مکمل ہونے پر امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی عاملہ کے اجلاس، منعقدہ 16 اگست 2007ء میں رفقاء کی آراء اور متعلقہ حلقہ کے امیر کی سفارش کو مدنظر رکھتے ہوئے، اراکین عاملہ کے مشورہ کے بعد مقامی تناظیم میں درج ذیل امراء کا تقرر کیا ہے۔

تنظیم	حلقہ	امیر
لاہور شرقی	لاہور ڈویژن	محمد عرفان طاہر
لاہور چھاؤنی	لاہور ڈویژن	قرۃ العین
چشتیاں	بہاولنگر	ڈاکٹر محمد جاوید اقبال
وہاڑی	پنجاب جنوبی	راؤ محمد جمیل
ٹوبہ ٹیک سنگھ	پنجاب وسطی	پروفیسر خلیل الرحمٰن
مظفر آباد	پنجاب شمالی	عبدالقیوم قریشی
راولپنڈی شرقی	پنجاب شمالی	محمد قدیر عباسی
گوجر خان	پنجاب شمالی	مشتاق حسین
چکلالہ	پنجاب شمالی	راجہ محمد اصغر
میر پور	پنجاب شمالی	سید محمد آزاد
راولپنڈی کینٹ	پنجاب شمالی	رؤوف اکبر
واہ کینٹ	پنجاب شمالی	محمد سلیم صدیقی
پنڈی گھیب	پنجاب شمالی	عبدالرحمٰن نوید

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ــــــ زیر اہتمام

قرآن کالج

191۔ اتاترک بلاک'
نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور
فون: 5833637

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے امتزاج کی ایک منفرد کوشش

خصوصیات:

- عربی اور انگریزی کی پختہ اساس
- قرآن کے انقلابی فکر کا تعارف
- تفسیر' حدیث اور فقہ کے اصول
- اور ان کے ساتھ ساتھ

جدید سیاسیات اور اقتصادیات کا گہرا فہم!

(نوٹ) ایف اے (سال اول) اور بی اے (سالِ اوّل) میں داخلے جاری ہیں

ڈاکٹر اسرار احمد
صدر مؤسس' مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 3-5869501)

تکبّر اور رعونت میں مبتلا حکمران

محفوظ راستہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں، مگر کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی ہے

مرزا ندیم بیگ

12 اکتوبر 1999ء کو ''کمانڈو ایکشن'' کے ذریعے برسرِ اقتدار آنے والے حکمران صدر پرویز مشرف واپسی کے لئے محفوظ راستہ (Save Passage) تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں اور اس مقصد کے لئے اُنہوں نے اس خاتون سیاستدان سے ابوظہبی میں خفیہ ملاقات کی جس کو وہ سیکیورٹی رسک قرار دیتے رہے ہیں۔

چند ماہ قبل کسی کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ مطلق العنان حکمران کی یہ حالت ہوگی۔ کیونکہ یہ وہ حکمران ہے جنہوں نے پہلے ''کمانڈو ایکشن'' کے ذریعے منتخب وزیر اعظم اور اس کے اہل خانہ کو ملک بدر کیا اور دوسری بڑی سیاسی جماعت کی سربراہ کو بھی مقدمات کا ڈراوا دے کر میدان بالکل صاف کرلیا۔ اسی حکمران نے اپنی وردی کا کی طاقت سے منتخب صدر کو ایوان صدر سے فارغ کرکے اس پر بھی قبضہ جمالیا۔ اس کے بعد ملک کو ایٹمی طاقت بنانے والے قومی ہیرو کو ٹیلی ویژن پر پیش کرکے ''قومی مجرم'' بنادیا۔ دھڑلے سے مسلمہ اصولوں سے انحراف کیا اور قومی مفاد کو تجتے ہوئے افغان پالیسی پر ''یوٹرن'' لیا اور دنیا میں پہلی مرتبہ برادر اسلامی ملک کے معزز سفیر کو ٹھڈے اور گھونسے مارتے ہوئے امریکہ فوج کے سامنے پیش کیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ افغانستان کے نہتے اور بھوکے عوام کو بارود اور ڈیزی کٹر بموں کی نذر کرنے کے لئے وطن عزیز کے اڈے پیش کئے اور لاجسٹک امداد فراہم کی۔ وقت کے فرعون جارج ڈبلیو بش کی خوشنودی کے لئے قبائلی علاقہ جات بالخصوص وزیرستان کے ہنستے بستے علاقوں کو قبرستان میں بدل دیا۔ امریکہ نیٹو افواج کی وحشیانہ اور شرمناک کارروائیوں کو بھی اپنے کھاتے میں ڈالنے سے گریز نہ کیا۔ چشم فلک نے پھر وہ منظر بھی دیکھا کہ بے گناہ لوگوں کو بغیر کسی جرم کے گھروں سے اُٹھا کر غائب کردیا اور لواحقین جن میں بوڑھی مائیں، مجبور بیویاں اور لاچار بچے شامل تھے اُن کے درد کا بھی احساس نہ کیا۔ پاکستانی سیاست میں پہلی مرتبہ ہوا کہ کسی حکمران نے سینے پر ہاتھ مار کر باقاعدہ ''بردہ فروشی'' کا اعتراف کیا یعنی بے گناہ افراد کو امریکہ کے لشکر کے حوالے کرکے اُن کی گرفتاری کے عوض لاکھوں ڈالر وصول کئے گئے اور اس کا اعتراف صدر پاکستان نے اپنی آپ بیتی میں کیا ہے۔ حالانکہ امریکہ کے حوالے کئے جانے والے افراد کو گوانتا ناموبے کے عقوبت خانے کی سنگین ترین صعوبتیں بھی مجرم ثابت نہ کرواسکیں۔

تکبر اور رعونت میں مبتلا حکمران نے ملک کے سیاسی اتحاد ''متحدہ مجلس عمل'' کی قیادت کو بہلا پھسلا کر سترھویں ترمیم کا ہم نوا بنالیا اور اس ہمنوائی کے بدلے میں 31/دسمبر 2004ء کو وردی اُتارنے کا وعدہ کیا اور پھر پوری ڈھٹائی کے ساتھ وعدہ خلافی کا ارتکاب کیا۔ یہ اقتدار کا نشہ ہی تھا کہ مذاکرات کی راہ کو چھوڑ کر فوجی ایکشن کے

> جس اسمبلی کو
> فوجی صدر جاہلوں کی اسمبلی قرار دے
> چکے ہیں، اُس سے اپنی صدارت کے لئے
> ووٹ مانگنا پرویزی روشن خیالی کے نام
> پر بدنما دھبہ ہے

ذریعے بلوچستان کے سیاسی لیڈر اکبر بگٹی کو غار میں بمباری کرکے ہلاک کردیا۔ تکبر کی اس سے بڑی انتہا کیا ہوگی کہ دارالحکومت کے ماتھے سے بنیاد پرستی کا ٹیکہ اُتارنے کے لئے برس ہا برس سے تعمیر مساجد کو شہید کردیا گیا اور اس کے نتیجے میں لال مسجد انتظامیہ نے احتجاج کیا اور شریعت کے نفاذ کا جائزہ مطالبہ کیا تو اُن کو خون میں نہلا دیا گیا اور کئی بے گناہ طلبہ اور طالبات کو فاسفورس بموں کے ذریعے ہڈیوں کا ڈھیر بنا دیا اور بقول چیف جسٹس آف پاکستان ثبوت مٹانے کے لئے جامعہ حفصہ کی عمارت کو ڈھیر کردیا جس کے ملبہ سے کئی ہفتوں کے بعد قرآن حکیم کے شہید اوراق، بے گناہ بچیوں کی ہڈیاں، اُن کی عصمت کے محافظ دوپٹوں کے ٹکڑے ملے۔ حالانکہ اس معاملے میں حکومتی ٹیم کے لال مسجد انتظامیہ سے مذاکرات کامیاب بھی ہوگئے تھے اور غازی عبدالرشید شہید بھی حکومت سے Safe Passage طلب کررہے تھے۔ غازی تو شہادت کا منصب پاکر محفوظ راستے کے راہی بن گئے مگر قدرت کا انتقام دیکھئے کہ انہیں محفوظ راستہ نہ دینے والے آج خود محفوظ راستے کی تلاش میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں، لیکن کوئی راہ دکھائی نہیں دے رہی۔

اس سے بڑا غرور اور تکبر کا نمونہ کیا ہوگا کہ عدالت عظمٰی کے چیف کو آرمی ہاؤس میں طلب کرکے اُن سے اُن کے منصب سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جب اندھی قوت کا مقابلہ اصولوں کے ذریعے کرنے کا اعلان ہوا اور بالآخر 20/جولائی کو فتح اصولوں کی ہوئی۔ اس فتح میں وکلاء اور عوام الناس نے خصوصی کردار ادا کیا اور جسٹس رمدے کی سربراہی میں بننے والے بنچ کی بے مثال جرأت کو بھی خصوصی دخل حاصل ہے۔ عدلیہ کی آزادی کے لئے برپا ہونے والی تحریک کی کامیابی نے حکمرانوں کو ایسی بندگلی میں پہنچادیا ہے جہاں سے اُن کو کوئی Deal بھی نہیں نکال سکے گی۔ (ان شاءاللہ)

قومی تاریخ میں پھر وہ دن بھی آیا جب امریکہ کی خوشنودی کے لئے غائب کئے جانے والے افراد (Missing Persons) کے کیس کی سماعت سپریم کورٹ میں ہوئی اور تین سال دس ماہ تک بغیر کسی جرم اور بغیر کسی مقدمے کے قید کی سزا کاٹنے والے عبدالباسط کو اپنی بوڑھی ماں کی آغوش نصیب ہوئی اور حکومت وقت کے اہلکاروں کو زبردست سبکی کا سامنا کرنا پڑا۔

تکبر کی مزید رسوائی ابھی چند روز قبل بھی ہوئی جب عدالت عظمٰی نے سابق وزیر اعظم محمد نواز شریف اور ان کے اہل خانہ کو پاکستان آنے کی اجازت دے دی۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ حکومت اس فیصلے کو فراخ دلی سے قبول کرلیتی مگر نادان حکمرانوں کے نادان وزیر نے اس فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور کھلم کھلا ٹیلی ویژن پر توہین عدالت کا ارتکاب کیا۔ اس سے ''رواداد''، ''اصول پسند'' اور ''روشن خیال'' حکمرانوں کے اصل چہرے اور رویوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ خدارا! اب مزید غلطیوں کی گنجائش نہیں۔ حکمرانوں کی غلطیوں کا نتیجہ ہے کہ آج فوج اور عوام میں تصادم کا آغاز ہوچکا ہے اور حکومت کی جانب سے فوجیوں کو ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ فوجی جوان وردی میں عوام الناس میں نہ جائیں۔ اس صورتحال پر یہی تبصرہ کیا جاسکتا ہے کہ

الٰہی خیر میرے آشیاں کی
زمیں پر ہیں نگاہیں آسماں کی

پرویز مشرف: فکر اقبال کے آئینے میں

نعیم اختر عدنان

چندروز پہلے رات گئے ٹی وی سیٹ آن کیا تو پی ٹی وی کے ہوم چینل پر بادشاہی مسجد اور شاہی قلعہ لاہور کے درمیان واقع حضوری باغ میں جشن آزادی کے حوالے سے منعقدہ پروگرام کی ریکارڈنگ دکھائی جا رہی تھی۔ اس شاہی محفل میں ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کا حکمران طبقہ پرویز مشرف کی قیادت میں چاروں صوبوں کی نمائندگی کے ساتھ موجود تھا۔ تقریب میں ملک کے مشہور گلوکار اپنی خوبصورت آواز اور گلوکارائیں اپنی سُریلی اور مدھر آواز کے ساتھ روشن خیالی کا مجسم پیکر بن کر اہل اقتدار کی آسودہ اور ناآسودہ خواہشوں کی تکمیل میں مصروف عمل تھے۔

جشن آزادی کے اِس پروگرام میں ہم جیسے ''بے ذوق'' شخص کی دلچسپی کی اصل وجہ پیغام اقبال تھا، جو وہاں ''گایا'' جا رہا تھا۔ جنرل مشرف اور حکمران طبقہ کی اکثریت اپنی طرز زندگی اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے دنیا کی حکمران تہذیب، تہذیب مغرب ہی کے رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہمارے وطن کی قومی زبان اگرچہ اُردو ہے مگر ملک کا حکمران اور بااختیار طبقہ ملک کی قومی زبان کو عوام کے مسائل کی طرح قدرے قلیل ہی سمجھتا ہے۔ پروگرام کے دوران بار بار ذہن میں یہ خیال انگڑائیاں لینے لگتا کہ مصور پاکستان، ترجمان القرآن اور حکیم الامت کی دینی فکر اور فلسفیانہ پیغام کو بزبان اُردو یہ طبقہ اشرافیہ ایسے ہی سمجھ رہا ہو گا جیسے یار لوگ شیکسپیئر کے ناولوں اور ڈراموں کو بزبان انگریزی سمجھنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ مختلف فن کاروں نے کلام اقبال کے جو حصے پڑھے اُن کو سنتے ہوئے مضمون نگار کے ذہن میں کچھ خیالات نے جنم لیا۔ اُنہی خیالات کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔ ایک گلوکار نے اقبال کا مشہور شعر گنگنایا۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے! بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں!

اقبال کے اس انقلابی شعر کو سن کر خیال آیا، اقبال مشرف ہی کو کہہ رہے ہیں کہ وردی میں ملک کے قصر صدارت پر قبضہ جمائے رکھنے کی کوشش خود کو شاہین کے مقام بلند سے گرا کر ''کرگس'' کی صف میں شامل کرنے کے مترادف ہے۔ یہ تو پیغام اقبال کا خلاصہ ہے مگر مشرف کا منصوبہ کیا ہے، وہ ہر خاص و عام پر عیاں ہے۔

اقبال کا یہ شعر بھی حاضرین محفل کی نذر کیا گیا۔

بُتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نو امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

مصور پاکستان کا مومنانہ فراست کا حامل یہ شعر کسی وضاحت اور تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں اقبال پاکستان کے حکمران کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان کے حکمران طبقہ کی امریکہ کا اتحادی اور فرنٹ لائن سٹیٹ بن کر دہشت گردی کی آگ میں ملک اور قوم کے مستقبل کو داؤ پر لگانے اور اپنی کرسی کو امریکی حمایت کے ذریعے مضبوط بنانے کی ذاتی مفاد پر مبنی پالیسی اسلامی تعلیمات سے متصادم اور کفر کی ہی خدمت ہے۔ اگر مشرف اور اُس کے حواری اسے دہشت گردی کے خلاف جنگ اور روشن خیالی کے حامل ملکی مفاد کا نام دے کر عوام کو بے وقوف بنا رہے ہیں تو اسی طرز فکر کا نام ''بقول اقبال'' کافری'' ہے۔ اقبال نے تو یہی کچھ کہا ہے، باقی مشرف نے اِس سے کیا سمجھا، ہم اِس سے قطعی بے خبر ہیں۔ اس لئے کہ ''رموز مملکت خویش خسرواں دانند''

لوگوں کی سماعتوں سے اقبال کا یہ شعر بھی ٹکرایا ۔

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر!

حکیم الامت نے ہمارے خیال میں امت کے غیور لوگوں کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ بحیثیت مسلمان خوددار اور غیرت مند افراد کا کردار ادا کریں اور ایک مسلمان کو اپنی خودی اور خودداری کو اِس درجہ تک استوار کرنا چاہیے جس مقام پر خدا بندے سے اُس کی رضا تک کو دریافت کرتا ہے۔ شاید اسی مقام کو قرآن مجید ''احسن تقویم'' کہتا ہے۔ مگر دنیا کی واحد اسلامی ایٹمی قوت کے حامل فوجی حکمران ملک کی آزادی اور خود مختاری کو ''غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے'' کے مصداق چند ڈالروں اور اپنے اقتدار کے عوض ملک کی سالمیت اور قوم کی آزادی کا سودا کر کے درحقیقت ''قومیں فروختند چہ ارزاں فروختند'' کی پالیسی اپنا کر دنیا میں ''بکاؤ مال، اور برائے فروخت'' کا سمبل بن کر اپنا ''نام'' پیدا کر رہے ہیں۔ بقول غالب ؎ بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔ اِسی مقام کو قرآن میں اسفل سافلین سے تعبیر کیا گیا ہے، جسے ملک کے حکمران روشن خیالی اور ملکی مفاد کا نام دے رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

صورتحال کا واحد حل یہ ہے کہ فوج سیاست کی راہ چھوڑ کر بیرکوں میں واپس چلی جائے اور صدر صاحب وردی کی ضد چھوڑ کر اقتدار عوام کی حقیقی قیادت کو منتقل کر دیں۔ جس اسمبلی سے صدر صاحب ووٹ طلب کرنے کے خواہاں ہیں، اُس کو آپ ایک موقع پر جاہلوں کی اسمبلی قرار دے چکے ہیں۔ اب اس اسمبلی سے صدارت کا ووٹ مانگنا کیا ''روشن خیالی'' کے نام پر دھبہ نہیں ہوگا؟ راقم حکمرانوں کی خدمت میں گزارش کر رہا ہے کہ رب کائنات نے انسانوں کو جن چیزوں سے انتہائی تاکید کے ساتھ روکا ہے اُن میں شیخی بگھارنا اور تکبر کرنا بھی شامل ہے۔ اور رب کائنات نے قرآن حکیم کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 36 میں ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں فرماتا تکبر کرنے والوں اور اترانے والوں کو'' اور کتاب ہدایت میں ان لوگوں کو بطور عبرت پیش کیا گیا ہے جنہوں نے تکبر کو اپنا شعار بنایا۔ تاریخ کے ہر دور میں جابر و ظالم حکمران اپنے تکبر و غرور کی بنا پر ہلاک ہوئے۔ مشرف اینڈ کمپنی کو آج اسی کی سزا مل رہی ہے۔ ایک حدیث رسول ﷺ میں بھی ارشاد پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''تکبر میری چادر ہے اور جس کسی نے تکبر کا ارتکاب کیا، اُس نے گویا میری چادر پر ہاتھ ڈالا۔''

ضرورت رشتہ

☆ جٹ فیملی کی باپردہ بیٹی، عمر 22 سال جو میڈیکل (M.B.B.S) میں آخری سال کی طالبہ ہے، کے لئے دینی مزاج کے حامل ڈاکٹر یا انجینئر کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0304-9517233

☆ لاہور، کشمیری خاندان، 26 سالہ ایم اے (پارٹ I) باپردہ بیٹی کے لئے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔
برائے رابطہ: 0333-4181250

دعائے صحت کی اپیل

☆ اُسرہ نوشہرہ کینٹ سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم ملک امان کی والدہ کی گر جانے سے پسلی کی ہڈی میں چوٹ لگی ہے۔
رفقاء و احباب سے دعائے صحت کی استدعا ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ محمد عمران سرور اعوان رفیق تنظیم اسلامی سمن آباد لاہور کے پھوپھا جان انتقال فرما گئے۔

☆ اُسرہ نوشہرہ کینٹ سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم فرحت اللہ کے چچازاد بھائی وفات پا گئے۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

کردستان کا مسئلہ اور رفاہ پارٹی

سید قاسم محمود

پروفیسر نجم الدین اربکان نے بتایا کہ "رفاہ پارٹی کی اسلام پسندی، اور اُس کی پالیسی کے نتیجے میں اسلام کی یہ پیش رفت دیکھ کر مغربی طاقتیں پریشان ہوگئیں۔ امریکا نے ترکی میں اپنا سفیر بدل دیا اور اُس کی جگہ ایک یہودی سفیر کو ترکی میں مامور کیا جو امور اسلامی کا ماہر خصوصی ہے، پہلے اُسے ملائیشیا کے لیے تجویز کیا گیا تھا لیکن ملائیشیا نے اُسے لینے سے انکار کر دیا، کیونکہ یہ سی آئی اے کا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ فرانس کا سفیر بھی یہودی ہے۔ یہ پہلے تیونس میں تعینات تھا۔ اب اُسے ترکی منتقل کر دیا گیا ہے۔ مغرب سمجھتا ہے کہ ترکی چھ کروڑ آبادی کا ملک ہے، اگر اتنی بڑی آبادی کی قوم عالمِ اسلام کے اتحاد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تو دنیا میں اسلام کو زبردست قوت حاصل ہو جائے گی۔"

پروفیسر اربکان نے ترکی میں بڑھتے ہوئے اسلامی رجحانات پر بھی روشنی ڈالی اور فرمایا کہ ترکی میں اب ایک لاکھ مساجد ہیں، جن کے ذریعے کسی نہ کسی انداز میں اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے۔ پیش اماموں، خطیبوں اور دینی مدارس کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ اب تک 8 اعلیٰ اسلامی کالج وجود میں آ گئے ہیں، البتہ یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ ان کالجوں میں فقہ اور دوسرے علوم اسلامی جدید طریقے سے پڑھائے جائیں۔ اسلامی لٹریچر کثرت سے پھیل رہا ہے۔ مولانا مودودی کی تفسیر "تفہیم القرآن" کا مکمل ترکی ترجمہ کتابی صورت میں چھپ چکا ہے اور اس کی اشاعت تیزی سے پھیل رہی ہے۔

رفاہ پارٹی کی اسلام پسندی کا اظہار اس واقعے سے بھی ہوتا ہے کہ اس کے ایک نمایاں فرد شیخ امین سراج نے جامعہ ازہر (قاہرہ) کے گریجویٹ ہیں اور عربی زبان پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ انہوں نے استنبول کی تاریخی مسجد "جامع الفاتح" میں حدیث شریف کا مستقل درس شروع کیا تو استنبول یونیورسٹی کے طلبہ، دینی اداروں کے نوجوانوں اور عوام الناس کا ایک زبردست اجتماع ہوگیا۔ اس تاریخی مسجد کی تعمیر سلطان محمد فاتح (1429-1481ء) نے فتح قسطنطنیہ کے فوراً بعد 1453ء میں شروع کرائی تھی۔ اُس نے ایا صوفیہ کا وہ کلیسا زرِ کثیر صرف کر کے خرید لیا، جسے بازنطینی شہنشاہ قسطنطین نے 532ء میں تعمیر کیا تھا۔ اُس وقت سے لے کر 1934ء تک اس مسجد میں برابر اللہ اکبر کی صدائیں گونجتی رہیں۔ عصمت انونو نے اپنے عہدِ حکومت میں مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے 1935ء میں اسے کلیسا میں تبدیل کر دیا اور اس میں اذان دینے اور نماز پڑھنے پر پابندی لگا دی۔ سلطان محمد فاتح نے "جامع الفاتح" سے ملحق حفظِ قرآن کا ایک ادارہ بھی قائم کیا تھا اور وقف کی آمدنی کے ذریعے اس کے اخراجات کا انتظام کر دیا تھا۔ سلطان کو قرآن مجید سے اس قدر دلچسپی تھی کہ اپنی تمام سیاسی و جنگی مصروفیات کے باوجود وہ حفاظِ قرآن کی تقریبات میں شریک ہوتا تھا۔ جب بھی اُسے نظمِ حکومت سے فرصت ملتی، وہ ادارہ مذکور کے ایک مخصوص حجرے میں جا بیٹھتا اور علماء و مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے قرآن حفظ کرتا۔

مغرب سمجھتا ہے کہ ترکی چھ کروڑ آبادی کا ملک ہے، اگر اتنی بڑی آبادی کی قوم عالمِ اسلام کے اتحاد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تو دنیا میں اسلام کو زبردست قوت حاصل ہو جائے گی

شیخ امین سراج اور اُس کے رفقاء نے 1958ء میں اِس ادارہ کا احیاء کیا اور حفظِ قرآن کی جماعتیں دوبارہ شروع ہوگئیں۔ جامع الفاتح میں درسِ حدیث کے علاوہ علمِ تفسیر، علم فقہ و اُصول اور دوسرے دینی علوم کی تعلیم بھی دی جانے لگی اور رفتہ رفتہ اس ادارے نے ترکی کے مسلمانوں کے دلوں میں ایک مقام بنا لیا۔ شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری نے بھی اس ادارے میں تعلیم حاصل کی تھی۔ 1958ء سے پہلے اس مسجد کے مختلف گوشوں میں چھپ کر خاموشی سے درس دیا جاتا تھا۔ شیخ امین سراج نے اپنے ایک اخباری انٹرویو میں بتایا کہ ہم لوگ مسجد کے کنارے ایک کمرے میں 1943ء سے 1950ء تک چھپ چھپ کر دینی علوم حاصل کرتے رہے۔ اُس زمانے میں علم دین کے طلبہ کے لیے یہی طریقہ باقی رہ گیا تھا۔

جامع ایا صوفیہ کے سامنے جامع سلطان احمد میں ایک دوسرے خطیب اور عالم دین شیخ امر اللہ نے دعوت دین کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اُن کا تعلق بھی رفاہ پارٹی سے ہے۔ اُن کی خطابت اور جرأت استنبول میں بڑی شہرت رکھتی تھی۔ اس کا اندازہ نماز جمعہ کی غیر معمولی حاضری سے لگایا جا سکتا تھا۔ انہوں نے جمعہ کے خطبوں میں دل کھول کر اسلام اور احیائے اسلام کے موضوع پر شاندار اور پُر اثر تقریریں کیں اور لادینیت او مغربیت پر تنقیدیں کرتے رہے۔

1991ء کا پارلیمانی انتخاب

20 اکتوبر 1991ء کو ترکی میں پارلیمانی انتخابات منعقد ہوئے۔ ان انتخابات کے لیے رفاہ پارٹی نے جو منشور اور پروگرام شائع کیا، اُس میں حسب ذیل اُمور پر خصوصی توجہ دی:

معاشی نظام عدل و انصاف پر مبنی ہوگا جس میں سود کا کوئی مقام نہ ہوگا، نہ کسی فرد پر ٹیکس کی ادائیگی واجب ہوگی۔

اس معاشی نظام میں نئی صنعتوں اور کارخانوں کی تشکیل پر زور دیا گیا اور علاقائی سطح پر ریاست کی رہنمائی میں سرمایہ کاری اور شراکت کی حوصلہ افزائی کی اسکیم سامنے رکھی گئی۔

پارٹی نے وعدہ کیا کہ صنعتی و زرعی خدمات میں اور سیاحت کے شعبے میں توسیع کی جائے گی۔

خارجہ پالیسی میں رفاہ پارٹی نے ایک نئے نظام اور نئی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ یہ نیا نظام مسلم ممالک اور مسلم معاشروں کے تعاون ہی سے قائم ہوگا۔ مغربی دنیا میں ترکی کی عزت و وقار میں اضافہ اُسی وقت ہوگا جب ایک "اسلامی دولتِ مشترکہ" کا قیام عمل میں آ جائے گا۔ عالم اسلام کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے رفاہ پارٹی نے "مسلم ممالک کی دفاعی تنظیم"، "مسلم ممالک کی مشترکہ منڈی" اور "مسلم ممالک کی ثقافتی و تہذیبی امدادی انجمن" کی تشکیل پر خاص طور سے زور دیا۔

بنیادی آزادیوں اور حقوق کے ضمن میں پارٹی نے اعلان کیا کہ ایک عادلانہ اور اخلاقی نظام کی تشکیل ہی سے امن و امان اور تحفظ کا ماحول فراہم ہوگا۔ عوام کو اپنے افکار و نظریات پر عمل کرنے کی آزادی ہوگی اور اس سے انفرادی خوشی اور خوشحالی آئے گی۔ ٹریڈ یونین اور مزدوروں کی فلاح و بہبود سے متعلق پارٹی کی پالیسی یہ تھی کہ مزدوروں اور مالکوں کے درمیان باہمی معاہدے کے ذریعے کام اور اُس کی اُجرت کی تفصیلات پہلے سے طے ہونی چاہئیں اور طرفین کے تعلقات کی بنیاد شراکت اور حصہ داری پر ہونی چاہیے۔ مزدوروں کے حقوق اور مراعات کے بندوبست کے

لیے ٹریڈ یونینوں کو کلیدی رول ادا کرنا ہوگا۔

تعلیم کے سلسلے میں رفاہ پارٹی نے اپنے اِس مؤقف کا اعادہ کیا کہ اِس کا مقصد اسلامی اور قومی تاریخ کا شعور بیدار کرنا ہے۔ بچوں کے اندر کیریئر پلاننگ کی اسکیم نافذ العمل ہونی چاہیے۔ تعلیم کو زیادہ آزاد اور خود مختار بنایا جائے، تاکہ قومی نظریات کی تعمیل وتکمیل کے لیے تحقیقات و مطالعات کا عمل مہارت اور تنظیم کے ساتھ نافذ ہو سکے۔ تعلیم کے تمام مراحل کو رفاہ پارٹی نے اسلامی وقومی تاریخ وتہذیب سے مربوط رکھنا ضروری قرار دیا۔

انتخابات کے نتیجے میں ٹرؤتھ پارٹی اور مدر لینڈ پارٹی اکثریت میں آئی اور انہوں نے متحدہ محاذ بنا کر مخلوط حکومت بنائی۔ رفاہ پارٹی کو حزبِ اختلاف میں بیٹھنا پڑا۔ مارچ 1994ء کے بلدیاتی انتخابات کے نتائج نے حکمرانوں کی راتوں کی نیندیں اُڑا دیں، کیونکہ رفاہ پارٹی نے اکثریت حاصل کی۔ وہ حزبِ اختلاف کے رہنماؤں سے مل کر اسرائیل اور امریکا کی امداد حاصل کر کے رفاہ پارٹی اور اُس کے رہنما پروفیسر نجم الدین اربکان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ 13 اپریل کو انقرہ میں رفاہ کے صدر نے ایک بیان میں کہا: ''حزب الرفاہ اقتدار میں آ رہی ہے۔ اب یہ سوچنا چھ کروڑ ترکی عوام کا کام ہے کہ اقتدار کی یہ منتقلی پُرامن طریقے سے ہوگی یا خوں ریزی ناگزیر ہوگی۔''

انقرہ کے اٹارنی جنرل نے اس تقریر پر اعتراض کیا کہ اس سے قانون کی خلاف ورزی ہوئی اور انہیں اسٹیٹ سیکیورٹی کورٹ کے سامنے جواب دہی کرنی ہو گی۔ بلدیاتی انتخابات کے نتیجے میں رفاہ پارٹی کو جو فتح حاصل ہوئی، اُس کی ایک وجہ پارٹی کی اسلام پسندی تھی، دوسری وجہ پارٹی کے اصول وضوابط اور کارکنوں کا بے لوث مخلصانہ کردار، تیسری وجہ ترکی حکومت کی داخلہ وخارجہ پالیسیوں کا ابہام، تضاد اور منافقانہ روش ہے۔

کردستان کا مسئلہ

سال ہا سال سے کردستان کا مسئلہ ترکی حکومت کے لیے کافی مشکلات کا باعث بنا ہُوا ہے، اور یہ مسئلہ دراصل ترک قومیت ہی کا پیدا کردہ ہے۔ خلافت عثمانیہ کے آخری ادوار میں مغربی طاقتوں نے ترک قومیت کو خوب ہوا دی اور مغربی فکر وتہذیب سے مرعوب و متاثر مصطفیٰ کمال پاشا (1881ء-1934ء) اور ضیا گوک پاشا (1875-1924ء) نے اسلامی ملی تصور کے باوجود ترک قومیت کی نشر واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ترک قومیت کی مے اس قدر لنڈھائی گئی کہ عوام اس نشے سے سرشار ہو کر عربوں اور مسلمانوں سے کٹ کر رہ گئے۔ اب اِسی قومیت (نیشنلزم) کی تخم ریزی اسلام دشمن قوتیں کُردوں میں کر رہی ہیں، اور انہیں کُردستان کی علیحدہ ریاست کی تاسیس وتشکیل لیے فکری، نظریاتی، اخلاقی، مادی اور عسکری امداد وحمایت سے نواز رہی ہیں۔ ترکی کے حکمرانوں کو پھر بھی یہ امید لگی ہوئی ہے کہ مغربی طاقتوں کا رویہ ''سیکولر ترکی'' کے مفاد میں اور دہشت گردی کے خلاف ہوگا۔

دراصل کُردستان کے مسئلے کے دو پہلو ہیں:

1۔ ترکی عوام کا وہ طبقہ جو اپنے آپ کو ''کُرد'' کہتا ہے، مختلف سطح کی محرومیوں اور عدم مساوات کا شکار ہے اور موجودہ ''کردستان ورکرز پارٹی'' (پی کے کے) انہی محرومیوں اور مظلومیوں کی پیداوار اور ردِعمل ہے۔ اِس مسئلے کو ترکی حکومت اپنی داخلہ پالیسی میں مناسب اصلاح کر کے حل کر سکتی ہے، جس سے اُن کی مشکلات باہمی تعاون کے ماحول میں دُور ہو سکیں۔

2۔ پی کے کے اُن انتہا پسند کُردوں کی تنظیم ہے، جن کو بیرونی طاقتوں کی حمایت اور امداد حاصل ہے۔ اس تنظیم کی حکمتِ عملی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تشدد اور جارحیت کا ارتکاب کیا جائے، جن کے ردِعمل میں سیکیورٹی فورسز سخت کارروائی کریں اور اس طرح بالواسطہ یا براہ راست مظلوم طبقے کی حمایت انہیں حاصل ہو جائے اور دنیا کی نگاہ میں وہ مظلومیت کا پیکر بن کر آ جائیں۔

ترکی حکومت نے مسئلے کے اول الذکر پہلو پر کبھی توجہ نہ دی اور اس طرح وہ ''پی کے کے'' کے جال میں پھنستی چلی گئی اور مسئلہ دن بدن زیادہ پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ ترکی کے وزیر اعظم تانسو چیلر نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انہیں یہ مسئلہ پہلے اتنا گھمبیر نہ معلوم ہُوا تھا اور یہ کہ ''عسکری حل'' کے سوا انہیں کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

رفاہ پارٹی کے رہنما پروفیسر نجم الدین اربکان نے ایک بیان میں کہا: ''کُردوں کے مسئلے کا واحد حل اسلام میں مضمر ہے، مگر بدقسمتی سے ترکی دستور نے اسلام کو رفض وبدعت سے زیادہ قابل نفرت بنا دیا ہے۔'' اور اب عسکری وفوجی حل کے سوا کوئی راہ حکمرانوں کو نظر نہیں آ رہی ہے۔ چنانچہ صورتِ حال یہ ہے کہ کُردوں کی انسانی حقوق کی انجمن نے 874 ایسے دیہات کی نشان دہی کی ہے جو اب تک سیکیورٹی فورسز کے ذریعے خالی کرائے جا چکے ہیں۔ 1995ء میں چار ہزار سے زیادہ کُردوں کا خونِ ناحق بہا دیا گیا۔ اِس جارحیت سے پی کے کے کی داستانِ مظلومیت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور ترکی افواج کے بارے میں عوامی تاثر کافی خراب ہُوا ہے۔

ایک دلچسپ پہلو اس کا یہ ہے کہ پی کے کے عام طور پر کمیونسٹ پارٹی سمجھی جاتی ہے، مگر اُس نے بھی مذہب کا سہارا لے کر ترکی افواج کو کافر قرار دے دیا ہے اور یہ نقطۂ نظر اُن مظلومین میں عام ہو رہا ہے جو دہشت پسندانہ سرگرمیوں کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کا شکار ہوتے ہیں۔

(جاری ہے)

اس سال ماہ رمضان المبارک میں ملک بھر میں ہونے والے

دورۂ ترجمہ قرآن

☆ کی مکمل تفاصیل (مقامات، اوقات مترجمین اور نقشہ جات)
☆ اپنے دوست احباب کو اُن کے قریبی مقاماتِ دورہ کے لیے تیز ترین سرچ اور اُنہیں آن لائن (ای میل اور SMS کے ذریعے) مدعو کرنے کی سہولت
☆ مدرسین اور مترجمین سے اجمالی تعارف
☆ 1984ء سے اب تک ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کا جامع تعارف وتاریخ
☆ آن لائن قرآن فہمی کوئز کی سہولت
☆ دورۂ ترجمہ قرآن کے آڈیو اویڈیو لنکس

اِس سب کے لئے دیکھئے ہماری ویب سائٹ

www.doratarjumaquran.pk

روزہ: توسُّط واعتدال کا نقیب

عتیق الرحمٰن صدیقی

عبادات کا حسن ان کی ادائیگی کے حسین اہتمام و انصرام میں پنہاں ہے۔ وہ مشقت طلب اور صبر آزما ضرور ہیں مگر جسمانی، ذہنی اور روحانی تسکین وطمانیت کشید کرنے میں بھی ان کا کوئی مثل نہیں۔ ہر عبادت کی شان نرالی ہے اور کیفیت بھی جدا جدا ہے، حلاوت اور مٹھاس بھی اپنی اپنی۔ اقامت صلوٰۃ کا اپنا لطف ہے۔ زکوٰۃ شُح نفس اور دِل کی تنگی کا جیسے مداوا کرتی ہے اس کا اپنا رنگ ہے۔ اتحاد و یگانگت اور جہاد کی راہوں پر گامزن کرنے میں حج کا اپنا کردار ہے۔ مگر روزے کی انفرادیت اپنی جگہ ہے۔ ضبط نفس، عزم و ثبات اور صبر و استقلال کی قوتوں کو بیدار کرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ نفسانی ہوا و ہوس اور بہیمی خواہشوں کو روکنے میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ روزہ کی حقیقت بھی یہ ہے کہ ظاہری خواہشوں کے ساتھ باطنی خواہشوں اور برائیوں سے بھی زبان اور دِل کو مصؤن و محفوظ رکھا جائے۔ صبح کی پو پھٹنے سے سورج کے غروب ہونے تک کھانے پینے اور ازدواجی روابط میں بندش کی بات ہو، رات کا قیام ہو، ترتیل قرآن ہو، ہر کام ایمان اور احتساب کے ساتھ ہو، سحری ہو کہ افطار، سفر ہو کہ حضر، ہر لحظہ ایمان کے لوازم موجود رہیں اور روزے کے آداب ملحوظ رہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اپنی زبان سے فحش بات نہ نکالے اور نہ شور و ہنگامہ کرے، اگر کوئی اس سے گالم گلوچ کرے یا لڑائی پر آمادہ ہو تو اس روزہ دار کو سوچنا چاہیے اور یاد کرنا چاہیے کہ میں تو روزہ دار ہوں (بخاری و مسلم) اسی طرح جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے بھی بچے تاکہ بھوک پیاس کی تکلیف واقعتاً اس کے لئے ثمر آور ہو ورنہ صیام وقیام ایک بے معنی مشق بن کر رہ جائیں گے اور تزکیہ وتربیت کی منزل تشنہ کام ہی رہے گی۔

روزہ کا التزام تمام امتوں میں موجود رہا ہے، اس لئے کہ ضبط نفس کی یہی ایک مؤثر اور مسلّمہ تدبیر تھی مگر افراط وتفریط اور غلو کی بدولت اسے ایک چیستاں بنا کر رکھ دیا گیا اسے چلہ کشی کے مماثل قرار دے دیا گیا، نفس کشی کا متبادل سمجھا گیا۔ رہبانیت کی بدعت بھی یہاں سے پھوٹ پڑی، چالیس دن تک اکل وشرب سے احتراز، ہفتوں تک کھانے پینے سے اجتناب اور صحرانوردی، گویا روزہ، روزہ نہ رہا تعذیب کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا۔ گویا حقیقت خرافات میں کھو کر رہ گئی۔ قرآن نے اپنے ماننے والوں کو توسط اور اعتدال کی راہ سجھائی، گنتی کے چند دن متعین کئے، دن اور سحری وافطاری کا ایک نظام الاوقات عطا کیا۔ مہینہ بھر کے روزوں کو ایک تقدس سے نوازا۔ لیلۃ القدر میں قرآن کا نزول فرما کر اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ برکتوں اور فضیلتوں کی متاع بے بہا سے اُن دنوں کو آراستہ کر کے

> **ضبط نفس، عزم وثبات اور صبر و استقلال کی قوتوں کو بیدار کرنے ،نفسانی ہوا و ہوس اور بہیمی خواہشوں کو روکنے میں روزے کا کوئی ثانی نہیں۔ روزہ کی حقیقت بھی یہ ہے کہ ظاہری خواہشوں کے ساتھ باطنی خواہشوں اور برائیوں سے بھی زبان اور دِل کو مصؤن ومحفوظ رکھا جائے**

ترغیب وتشویق کا سامان پیدا کر دیا، تاکہ اللہ کے بندے ان دنوں میں من کی دنیا اجالنے اور سنوارنے کے لئے فکرمند ہو جائیں، ایمان وایقان کی شمعیں فروزاں کرنے لگیں۔ ان کی آنکھوں میں ایک نئی روشنی نمودار ہو، انہیں ایک فرحت افزا ساعت میسر آئے، نیکیوں سے جھولیاں بھریں اور پھر انہیں تقسیم کرنے پر مامور ہو جائیں، معروف کی تلقین اور منکر کی تنکیر کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں اور پھر ایسی صبح بہار کی نوید دینے میں مصروف ہو جائیں جو مومنوں کی آرزو اور تمنا ہے۔ بیچ کا راستہ اختیار کرنے میں ہماری بھلائی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا''

درمیان کے راستے میں ہی خیر و برکت ہے اور امت وسط ہونے کا اقتضاء بھی یہی ہے، ''نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کیا یہ بات جو مجھے بتائی گئی ہے صحیح ہے کہ تم پابندی سے دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نفل نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں حضور یہ بات صحیح ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو، (بلکہ) کبھی روزہ رکھو اور کبھی کھاؤ پیئو، اسی طرح سوؤ بھی اور تہجد بھی پڑھو، کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے ملاقاتیوں، مہمانوں کا تم پر حق ہے اور تم ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھو، اتنا تم کو بس ہے۔'' (بخاری)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''تین آدمی حضور ﷺ کی عبادت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے حضور ﷺ کی بیویوں کے پاس آئے، جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے آپؐ کی عبادت کی مقدار کو کم تصور کیا، کہنے لگے! نبی اکرم ﷺ سے ہمارا کیا مقابلہ۔ ان سے نہ تو پہلے گناہ ہوئے نہ بعد میں ہوں گے (اور ہم معصوم نہیں پس ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے) چنانچہ اُن میں سے ایک نے اپنے لئے یہ طے کیا کہ وہ ہمیشہ پوری رات نوافل میں گزارے گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ نفلی روزے رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔ اور تیسرے صاحب نے کہا: میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا، کبھی شادی نہ کروں گا۔ (جب آپؐ کو اس کی اطلاع ملی) تو آپؐ ان کے پاس گئے اور کہا: تم ہی وہ لوگ ہو، جنہوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ پھر آپؐ نے فرمایا: بلاشبہ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، اور اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں، لیکن دیکھو، میں (نفلی) روزے کبھی رکھتا ہوں کبھی نہیں رکھتا۔ اسی طرح میں (رات میں) نوافل بھی پڑھتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور دیکھو میں بیویاں بھی رکھتا ہوں (سو تمہارے لئے خیریت میرے طریقے کی پیروی میں ہے) اور جس کی نگاہ میں میری سنت کی کوئی وقعت نہیں، جو میری سنت سے بے رخی برتے وہ میرے گروہ میں سے نہیں ہے۔'' (مسلم)

روزے کے پاکیزہ ثمرات سے استفادہ کے لئے لازمی ہے کہ اعتدال کی راہ اپنائی جائے، افراط تفریط اور غلو سے ہر آن پرہیز کیا جائے، رہبانیت کے طور طریقوں سے بچا جائے، تقویٰ کی خود ساختہ تعبیر سے اجتناب کیا جائے، اپنی رائے، اپنے ذوق کو سنت رسول ﷺ پر ترجیح نہ دی جائے، سادھوؤں کا سا انداز ہرگز نہ اپنایا جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آدمی جب روزہ رکھے تو چاہیے کہ تیل لگائے اسیر روزہ کا اثر ونشان دکھائی نہ دے (الادب المفرد) یہودیوں کی سی روش اپنانے سے منع کیا گیا۔ فرمایا ''سحری کھا لیا کرو، اس لئے کہ سحری کھانے میں برکت ہے'' (بخاری) فرمایا: لوگ اچھی حالت میں

رہیں گے جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے۔'' (بخاری) ایک موقع پر فرمایا! ''تمہیں دو یا دو سے زائد دنوں کو ملا کر (بلا سحری و افطار) روزہ رکھنے سے پوری طرح دور رہنا چاہیے۔'' (مسلم) ایک سفر کے دوران آپؐ نے دیکھا کہ لوگوں کی ایک بھیڑ اکٹھی ہے اور ایک شخص کے اوپر سایہ کر رکھا گیا ہے۔ دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے؟ بتایا گیا کہ ایک روزہ دار ہے۔ ارشاد ہوا ''یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ سفر میں (اس طرح کا) روزہ رکھا جائے (جس کی مشقیں عام قوت برداشت سے باہر ہوں)۔ ایک شخص حضور ﷺ کی ذریت میں حاضر ہوا، ملاقات کے بعد واپس چلا گیا، دوسرے سال پھر حاضر ہوا اس کی شکل وصورت بدلی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے اسے نہ پہچانا تو اس نے آپؐ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ مجھے پہچان نہیں رہے ہیں؟ آپؐ نے دریافت فرمایا، پھر پوچھا کہ کس چیز نے تمہاری ہیئت بدل کر رکھ دی ہے؟ تم تو بڑی اچھی شکل وصورت کے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ''یہاں سے واپس جانے کے بعد آج تک میں نے رات کے سوا کبھی کھانا نہیں کھایا (یعنی مسلسل روزے رکھتا رہا) یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: ''تم نے اپنے کو کیوں عذاب دیا'' (ابوداؤد)

حضور اکرم ﷺ بعض اوقات متواتر روزہ رکھتے تھے مگر آپؐ کو استثناء حاصل تھا، اس لئے آپؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو متواتر روزہ رکھنے سے منع فرما دیا۔ اس کے باوجود بعض صحابہؓ نے آپؐ کی تقلید کرنا چاہی، جب آپؐ کو معلوم ہوا تو دو دن متصل روزہ رکھا تیسرے دن اتفاق سے چاند ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا ''اگر مہینہ بڑھ سکتا تو میں اتنے دن تک انتظار نہ کرتا کہ ان مذہب میں غلو کرنے والوں کا غلو جاتا رہتا'' صحابہؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! پھر حضور کیوں کئی کئی دن تک افطار نہیں کرتے؟'' ارشاد ہوا تم میں مجھ سا کون ہے؟ مجھ کو تو ایک کھلانے والا ہے جو کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا ہے جو پلاتا ہے۔'' عام مسلمانوں کے لئے آپؐ اس قسم کی مذہبی سختیوں اور بے جا تشدد کو ناپسند فرماتے تھے اور بالعموم خود بھی ان چیزوں سے احتراز کرتے تھے۔

مختصراً اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے ارشادات میں روزے کی تمام تر حدود اور رمضان المبارک میں کی جانے والی سرگرمیوں کو شرح وبسط سے بیان کر دیا اور ہدایت کر دی ہے کہ تمام امور میں نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ کو سامنے رکھا جائے۔ فاقہ کشی اور رہبانیت کو تقویٰ کے منافی قرار دیتے ہوئے بتایا گیا کہ تمام پہلوؤں میں اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھ کر آگے بڑھنے میں ہی فوز وفلاح اور کامرانی کا راز مضمر ہے اور حضور ﷺ کا تمام تر اسوہ اعتدال، توسط اور میانہ روی سے عبارت ہے۔

شہر کراچی میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے مقامات

نماز تراویح کے ساتھ

1	ڈیفنس فیز 6	مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، خیابانِ راحت، درخشاں	شجاع الدین شیخ
2	یاسین آباد	قرآن اکیڈمی یاسین آباد، بلاک 9، نزد گلشن شمیم، فیڈرل ''بی'' ایریا	اعجاز لطیف
3	سوسائٹی	گلستانِ انیس کلب، نزد دہلی پارک چورنگی، مین شہید ملت روڈ	مفتی طاہر عبداللہ صدیقی
4	نارتھ ناظم آباد	نوبل پوائنٹ شادی ہال، نزد بخی حسن چورنگی (زیر اہتمام فاران کلب انٹرنیشنل)	انجینئر نوید احمد
5	گلشن اقبال	فاران کلب، نزد نیشنل اسٹیڈیم، بالمقابل مشرق سینٹر	انجینئر نعمان اختر
6	کورنگی	قرآن مرکز کورنگی، متصل جامع مسجد طیبہ، سیکٹر 35-A، کورنگی نمبر 4	محمد نعمان
7	گلستانِ جوہر	ہل ٹاپ لان، بلاک 17، نزد جوہر برج	عامر خان
8	ملیر	خالد مصطفیٰ ہال، MC-250-C، گرین ٹاؤن، متصل شاہ فیصل کالونی نمبر 3	انجینئر افتخار عالم
9	لانڈھی	قرآن مرکز لانڈھی، پلاٹ نمبر 861، نزد رضوان سوئٹس، سیکٹر 37-D لانڈھی نمبر 2	محمد عثمان کاظمی

نماز تراویح کے بعد

1	ڈیفنس فیز 2	قرآن سینٹر، مکان نمبر 1-A/1، متصل ڈیفنس لائبریری	ڈاکٹر محمد الیاس
2	نارتھ کراچی	جامع مسجد شادمان ٹاؤن، نمبر 2	طارق امیر پیرزادہ
3	گلزار ہجری	قرآن مرکز، R-20 پائنیر فاؤنٹین، فیز 2-KDA اسکیم 33	سید سلیم الدین
4	برنس روڈ	مسجد مسلم جیم خانہ (اولڈ بلڈنگ)، عقب شاہین کمپلیکس نزد پولو گراؤنڈ (برائے خواتین)	محمد معز الدین تیمور
5	گلستانِ جوہر	بیسمنٹ، سالکین بسیرا، بلاک 14	سید ایاز محمود
6	PIB کالونی	PIB لان (بس روٹ نمبر 8 کا آخری اسٹاپ)	فیصل منظور
7	گلشن اقبال	مسجد نعمانیہ، پرانی سبزی منڈی، گلشن اقبال	شیخ عاطف الحق

(درج بالا پروگراموں میں خواتین کے لئے شرکت کا باپردہ اہتمام ہے)

مزید تفصیلات کے لئے رابطہ فرمائیں 4993464÷5 5340022-3

رمضان المبارک کے دوران تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر و بہاولپور کے زیر اہتمام

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی تفصیل

شہر	مقام	مدرس	رابطہ	پرگرام کی نوعیت
بہاولنگر	مسجد جامع القرآن والسنت فاروق آباد شرقی متصل ماڈل ٹاؤن	محمد منیر احمد	0333 6314487	مکمل دورۂ ترجمہ قرآن
ہارون آباد	مسجد فاطمہ، حشمت کالونی	نثار احمد شفیق	0333 6314487	مکمل دورۂ ترجمہ قرآن
بہاولپور	مسجد رحمانیہ، مسلم ٹاؤن نزد ون یونٹ چوک	محمد انور خان	0321 6828648	خلاصۂ قرآن مجید
بہاولپور	مسجد جامع القرآن، مدینہ ٹاؤن متصل 9/BC بغداد روڈ	ذوالفقار علی	0333 6402544	خلاصۂ قرآن مجید
چشتیاں	مسجد بلال اندرون پرانا گریڈ سٹیشن قاضی والا روڈ	محمد امین نوشاہی	0334 7103388	خلاصۂ قرآن مجید

بے مثال......!!

ڈاکٹر صفدر محمود

اگر چہ ہیومن رائٹس کمیشن میں بڑی بڑی شخصیات شامل ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ مجھے تو یہ لوگ بھولے بادشاہ ہی لگتے ہیں۔ اوّل تو ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کا ترجمہ ہوتا ہے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، جبکہ پاکستان میں انسانی حقوق نامی کوئی مخلوق نہیں بستی، یہاں تو رعایا رہتی ہے اور چند ایک بادشاہ رہتے ہیں۔ بادشاہ آپس میں بدلتے رہتے ہیں جبکہ رعایا وہی رہتی ہے اور گزشتہ کئی دہائیوں سے اس کی حالت نہیں بدلی۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ پاکستان میں قانون نامی تو کوئی شے دکھائی نہیں دیتی البتہ یہاں وزارت قانون بھی ہے اور وزیر قانون بھی حلفِ وفاداری اُٹھاتا ہے۔ قانون نامی شے اس لیے موجود نہیں کہ جس ملک میں آئین ایک شخص کی ضروریات کے تابع ہو اور وہ اسے اپنی خواہشات کے مطابق بدلتا رہے، ضرورت پڑنے پر اس میں وردی ڈال دے اور وزیراعظم پر تیسری بار الیکشن لڑنے پر پابندی لگا دے اور ضرورت پڑنے پر سرکاری "ملازم" کے لیے انتخابات میں حصہ لینے پر پابندی ہٹالے، ضرورت پڑنے پر پارلیمنٹ میں پارٹی بدلنے پر پابندی ہٹالے اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو پابندی لگا دے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ آئین صرف حکمران کے لیے ہے اور حکمران کا آئین عوام کی تو کوئی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ حکمرانوں کی ضروریات اور ہوتی ہیں عوام کی ضروریات اور۔ آئین قانون کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ جب آئین حکمرانوں کی ضروریات اور مطالبات کا کھلونا بن جائے تو پھر قانون کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ اس صورت میں ملک میں قانون کی حکمرانی کی بجائے حکمرانوں کے قانون کی حکمرانی قائم ہو جاتی ہے اور انسان یا عوام رعایا بن جاتے ہیں، جنہیں بقول علامہ اقبالؒ مردم شماری کے لیے گنا ضرور جاتا ہے لیکن جمہوریت کے ترازو میں تولا نہیں جاتا کیونکہ حکمران کا وجود ساری رعایا پر بھاری ہوتا ہے۔

بات اور نکل گئی حالانکہ میں فقط یہ کہنا چاہتا تھا کہ مجھے تو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق والے بھولے بادشاہ لگتے ہیں حالانکہ ان میں ایسے ایسے نام بھی موجود ہیں جن کے ذکر سے سردیوں میں بھی پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔ مجھے یہ لوگ بھولے بادشاہ اس لیے لگے کہ چند روز قبل کمیشن نے تین سو انسانوں یعنی پاکستانیوں کے غائب ہونے یا اُٹھائے جانے پر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا تھا کہ یہ کارنامہ صرف جنرل پرویز مشرف کے دور میں ہوا ہے جبکہ اس سے پہلے اس طرح کے واقعات کی مثال پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اگر یہ لوگ بھولے بادشاہ نہ ہوتے تو انہیں اس بے مثال کارنامے پر ذرہ بھر بھی حیرت نہ ہوتی کیونکہ موجودہ حکمران کے دورِ حکومت میں یہ واحد کارنامہ نہیں جس کی مثال ہماری تاریخ میں نہیں ملتی بلکہ ایسے منفرد کارناموں سے گزشتہ آٹھ سال کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ یوں بھی یہ محض تین سو افراد کے غائب ہونے کا معاملہ نہیں، غور کیجیے تو راز کھلے گا کہ ایجنسیوں نے ساری قوم کو یعنی رعایا کو ہائی جیک کیا ہوا ہے اور حکمران بانسری سن رہے ہیں، بجا نہیں رہے، کیونکہ انہیں بانسری بجانی نہیں آتی۔ ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ ایسے چند ایک منفرد کارناموں کو یاد کرنے کے لیے ہرگز ذہن پر زور نہیں ڈالنا پڑتا جو صرف اس دور میں ظہور پذیر ہوئے ہیں اور جن کی ہماری تاریخ میں کیا بعض اوقات عالمی تاریخ میں بھی مثال نہیں ملتی۔ مثلاً میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ مجھے تاریخ میں کوئی اس طرح مثال ڈھونڈ کر دیں کہ طاقت اور ایمانداری کا دعویٰ کرنے والے حکمران نے کسی بڑے شہر میں پل کا افتتاح کیا ہو، اسے اپنی حکومت کا زریں کارنامہ قرار دیا ہو اور اربوں روپوں سے تعمیر کیا جانے والا پل افتتاح کے تیسرے چوتھے ہفتے دھڑام سے گر پڑا ہو۔ انسانی جانوں کے زیاں کا تو ذکر نہ کیجیے کہ حکمرانوں نے انسانوں کی قیمت پانچ لاکھ روپے مقرر کر رکھی ہے لیکن آپ کو اس طرح کے منفرد کارنامے کی مثال نہیں ملے گی۔ جن پلوں کے گرنے کی مثالیں دی جاتی ہیں، وہ پچاس سے ستر برسوں کے بعد گرے جبکہ ہمارے حکمران کا افتتاح کردہ پل تین ہفتوں سے زیادہ بوجھ برداشت نہ کر سکا۔ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ ہمارے ان حضرات کی خوش فہمی رفع ہو جانی چاہیے جو ہر مرض کی شفا فوج میں ڈھونڈتے ہیں، کیونکہ کراچی میں ناردرن بائی پاس نامی پل جو دس خاندانوں کے چراغ بجھا گیا، این ایل سی اور نیشنل ہائی وے اتھارٹی نے تعمیر کیا تھا اور یہ دونوں ادارے جرنیلوں کی سلطنت کا حصہ ہیں۔ انہی بزرگ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر پاکستان میں رعایا کی بجائے شہری رہتے ہوتے تو اب تک کئی جرنیلوں کا کورٹ مارشل ہو چکا ہوتا اور پل بنانے والے جیل میں ایڑیاں رگڑ رہے ہوتے۔ یہاں ہر شے پر پردہ ڈال دیا جائے گا کیونکہ حکمرانوں کے ساتھی احتساب سے بہت بلند ہوا کرتے ہیں۔

اسی طرح میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ دنیا بھر سے ایسی کوئی مثال ڈھونڈ کر لائیں کہ کسی ملک میں زمانہ امن کے دوران اس کی فوج کے ڈیڑھ سو سپاہی بمعہ چند افسران غائب ہو گئے ہوں اور ایٹمی قوت سے لیس طاقتور حکمران ان کی واپسی کی بھیک مانگ رہے ہوں۔ آپ کوششوں کے باوجود عالمی تاریخ میں ایسی مثال پیش نہیں کر سکتے کیونکہ ایسا تو صرف جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم میں ہی ممکن تھا۔ بہرحال اگر "ایسا منفرد کارنامہ" کسی سویلین حکومت کے دور میں ہوا ہوتا تو نہ جانے کیا ہوتا اور وزیراعظم کا کیا حشر ہوتا؟ شاید آپ کو عالمی تاریخ میں دستور کے اس طرح چیر پھاڑ کی بھی مثال نہ ملے جس طرح گزشتہ آٹھ برسوں میں ہمارے ہاں آئین کو تختہ مشق بنایا گیا ہے۔ اگرچہ امیر المومنین جنرل ضیاء الحق بھی دستور کو محض چند کاغذوں کا پلندہ سمجھتے تھے لیکن عملی طور پر انہوں نے بھی آئین کے ساتھ وہ کچھ نہ کیا جو گزشتہ آٹھ برسوں میں ہوا ہے، پھر جس طرح یہاں گزشتہ پانچ برسوں میں ایک اشارے پر تین وزیراعظم بدلے گئے ہیں اور سارے فیصلے، ساری سودے بازی پارلیمنٹ سے بالا بالا ہوتی رہی ہے حتیٰ کہ پارلیمنٹ کو محض انگوٹھا چھاپ بنا کر رکھ دیا گیا ہے، اس کی بھی مثال ہماری تاریخ میں نہیں ملے گی۔ فوجی دورِ حکومت میں حکمران اپنے قریبی اور پسندیدہ فوجیوں کو سول عہدوں پر لگاتے ہیں تاکہ جرنیلوں، بریگیڈیئروں اور کرنیلوں کا احساس محرومی بھی کم کیا جا سکے اور انہیں اقتدار میں حصہ دے کر اپنی طاقت کے سرچشمے کو بھی خوش رکھا جا سکے لیکن جس طرح کی بندر بانٹ گزشتہ آٹھ برسوں میں دیکھنے میں آئی ہے اور جس طرح حکمرانوں نے اپنے دوستوں کو نوازا ہے اس کی مثال کم سے کم ہماری تاریخ میں تو نہیں ملے گی۔

حکومتی عہدوں کے علاوہ اس دور میں جس طرح پلاٹ اور زرعی اراضی فوجی افسران میں بانٹی گئی ہے اور جس طرح قوانین کو پس پشت ڈال کر مرکزی سیکرٹریوں کو اسلام آباد میں پلاٹ الاٹ کیے گئے ہیں اس کی بھی مثال ہماری تاریخ میں نہیں ملتی۔ فوجی اور سول ملازمین کو پلاٹ ہر دور میں ملتے رہے ہیں لیکن قانون اور ضابطے کے تحت، جبکہ اس بار تو قوانین میں نرمی پیدا کر کے لوٹ مار کے کلچر کو فروغ دیا گیا، جس کا نوٹس انسانی حقوق کے کمیشن نے بھی نہیں لیا کیونکہ افسران انسان نہیں ہوتے، وہ افسران ہوتے ہیں۔

اچھا ہوا کہ سپریم کورٹ نے اس تاریخی کارنامے کا سوموٹو نوٹس لے لیا کیونکہ فوجی حکمرانوں کو پلاٹوں اور زرعی اراضی کی بندر بانٹ کا شاید سوموٹو نوٹس بھی نہیں لیا جا سکتا۔ میں نے دیگ میں سے فقط چند دانے چنے ہیں ورنہ موجودہ حکومت کے بے مثال کارناموں پر تو کتاب لکھی جا سکتی ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ کتاب لکھتے لکھتے میں اُٹھا لیا جاؤں کیونکہ صدر صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے قوم کو روشن خیالی اور آزادی (Freedom) دی ہے اور مجھے یوں لگتا ہے جیسے اس آزادی سے خفیہ ایجنسیوں نے صحیح معنوں میں فائدہ اُٹھایا ہے، وہ جسے چاہتی ہیں آزادی سے اُٹھا لیتی ہیں، جسے چاہتی ہیں امریکہ کے حوالے کر دیتی ہیں۔ رہی قوم تو کیا ایسی قوم آزاد ہوتی ہے جس کی پارلیمنٹ انگوٹھا چھاپ ہو، جس کا آئین حکمران کی خواہشات کے تابع ہو اور جہاں ایجنسیاں اپنے شہریوں کو راتوں رات غائب کر دیتی ہوں اور امریکہ کے حوالے کر دیتی ہوں؟ کیا آپ کو ان بے مثال کارناموں کی مثال تاریخ میں ملے گی؟

(بشکریہ روزنامہ "جنگ")

اسلامی نظام کا قیام ہم پر تاریخ انسانی کا قرض ہے

حضورؐ کی شخصیت جامعۃ الصفات ہے۔ آپؐ کی حیات طیبہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہمارے لیے بہترین اسوۂ ہے

نبی کریمؐ نے تاریخ انسانی کا عظیم ترین، جامع ترین اور ہمہ گیر انقلاب برپا کیا

مکی دور میں حضور ﷺ نے صحابہؓ کو دعوت و تبلیغ، تربیت و تزکیہ اور تنظیم کے مراحل سے گزارا

قیامت سے قبل پورہ کرۂ ارض پر نظام خلافت قائم ہو کر رہے گا

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا لیڈیز پارک عارف والا میں عظمت مصطفیٰ ؐ کے موضوع پر خصوصی خطاب

تنظیم اسلامی کے اکابرین اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ نفاذِ اسلام کی جدوجہد میں اگرچہ شہری علاقوں میں رہنے والے لوگ قائدانہ کردار ادا کرتے ہیں لیکن دیہی علاقوں میں مقیم حضرات کا کردار بھی نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور جس انقلابی جدوجہد کو گراس روٹ لیول سے سپورٹ نہ ملے اس کی کامیابی کے امکانات مخدوش ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد، امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید، محترم رحمت اللہ بٹر اور ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی سمیت دیگر اکابرین تنظیم دیہی علاقوں پر بھی اپنی توجہات مرکوز کیے ہوئے ہیں۔

ضلع پاکپتن کی تحصیل عارف والا میں محمد ناصر بھٹی کی قیادت میں تنظیم اسلامی اور لیاقت علی ملک کی قیادت میں انجمن خدام القرآن کا نظم قائم ہے۔ جنہوں نے 15 شعبان المعظم 28 اگست کی شب محترم ڈاکٹر اسرار احمد کو عظمت مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر فاطمہ جناح پارک (المعروف لیڈیز پارک) عارف والا میں خصوصی خطاب کے لیے مدعو کر رکھا تھا۔ تنظیم اسلامی کی روایت کے مطابق ٹھیک وقت پر جلسہ عام کا آغاز ہوا۔ جامع اسلامیہ تعلیم القرآن قبولہ کے قاری محمد سعید ممتاز نے تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کی۔ رفیق تنظیم اسلامی پروفیسر ممتاز احمد وٹو نے موضوع کی مناسبت سے انتہائی دلنشین انداز میں مولانا ظفر علی خان مرحوم کی نعت

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

پیش کر کے حاضرین محفل کے قلوب و اذہان کو نبی کریمؐ کی محبت و عقیدت سے لبریز کر دیا۔

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے سورۃ التوبہ، الفتح، الصف، الاحزاب کی منتخب آیات کی تلاوت اور احادیث نبوی ﷺ کے بعد فرمایا کہ نبی کریمؐ کی عظمت کے مختلف پہلو ہیں۔ ایک آپؐ کی عظمت کا مقام و مرتبہ بحیثیت نبیؐ ہے اور دوسرا آپ کی عظمت کا مقام بحیثیت انسان ہے۔ پھر انسان کی حیثیت میں بھی عظمت کے دو پہلو ہیں، ایک روحانی اور دوسرا پہلو عام انسانی (معاملات کا) ہے۔ انہوں نے کہا کہ عظمت محمدی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کا بیان تو درکنار اس کا فہم اور ادراک بھی ہمارے لیے ممکن نہیں۔ ایک مثال کے ذریعے اپنی بات آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ دیکھیے، کوئی ڈاکٹر اپنے فن میں کتنا ماہر ہے، یہ بات کوئی ڈاکٹر ہی جان سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی انجینئر ہی یہ بتا سکتا ہے کہ فلاں انجینئر اپنی فیلڈ میں کیا مقام و مرتبہ رکھتا ہے۔ لہٰذا بحیثیت نبی آپ کی عظمت انبیاء کرام ہی بہتر جانتے ہیں۔ اسی طرح روحانی اعتبار سے نبی کریمؐ کا کیا مقام و مرتبہ ہے، کسی بڑے سے بڑے صوفی اور ولی اللہ کو بھی اس کا صحیح ادراک نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اگر ہم حضورؐ کی عظمت کا بیان کرنے کی کوشش کریں تو بھی نہیں کر سکتے۔ حضورؐ کی اصل عظمت کوئی انسان بیان کر ہی نہیں سکتا۔ ہم جو بھی بیان کریں گے، اپنے محدود تصور کے مطابق بیان کریں گے جو حضورؐ کے اصل مقام مرتبے سے بہت کم تر ہوگا۔ بحیثیت نبی ﷺ آپ کی اصل عظمت اللہ تعالیٰ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا، بقول شیخ سعدیؒ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضورؐ کی شخصیت جامعۃ الصفات ہے اور انسانی زندگی کے ہر شعبے میں راہنمائی کے لیے آپ کی حیات طیبہ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ حضورؐ کی عظمت کا اقرار غیر مسلم دانشور بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کیمونسٹ انٹرنیشنل کے لیڈر ایم این رائے کی کتاب Historical Role of Islam، ایچ جی ویلز کی کتاب Short History of the World اور Concise History of the World اور ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی کتاب The Hunderd سے نبی کریمؐ کی ذات بابرکات کے حوالے سے اقتباسات حاضرین کو سناتے ہوئے کہا کہ کسی انسان کی اصل فضیلت اور مقام و مرتبہ تو وہ ہوتا ہے جس کا اعتراف و اقرار اس کے دشمن بھی کریں۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ہم نبی کریمؐ کی عظمت کے جن پہلوؤں کا ادراک کر سکتے ہیں، اُن میں سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے تاریخ انسانی کا عظیم ترین، جامع ترین، اور ہمہ گیر انقلاب برپا کیا۔ نبی کریمؐ کے برپا کردہ انقلاب سے جب ہم دوسرے انقلابات کا موازنہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ انقلاب جزوی تھے۔ مثال کے طور پر روس کے انقلاب میں صرف معاشی نظام بدلا، فرانس کے انقلاب میں صرف سیاسی نظام بدلا جبکہ نبی کریمؐ کے برپا کردہ انقلاب میں عقائد، نظریات، عبادات، معاشرتی اقدار، معاشی اور سیاسی نظام سمیت ہر چیز بدل گئی۔ یہ نظام مدینے میں قائم ہوا تو ایک کلی کی مانند تھا لیکن جب پھول بنا تو اس کی برکات کا ظہور خلفاء راشدین خصوصاً حضرت عمرؓ کے دور میں زمین کے ایک بڑے رقبے پر ہوا۔ نبی کریمؐ کے انقلاب کی ایک خصوصی شان یہ بھی ہے کہ انقلابی جدوجہد کی ابتداء سے لے کر اختتام تک کے تمام مراحل کی قیادت نبی کریمؐ نے خود فرمائی۔ آپؐ نے بارہ برس تک مکہ میں جاں گسل جدوجہد کی۔ مکہ اور طائف میں سخت ترین مظالم سہے۔ مکی دور میں صحابہ کرامؓ کو مظالم کے خلاف ہاتھ نہ اُٹھانے کا حکم تھا۔ ان بارہ برسوں میں نبی کریمؐ نے اپنے جاں نثاروں کو دعوت و تبلیغ بذریعہ قرآن تربیت و تزکیہ اور تنظیم کے مراحل سے گزارا۔

اللہ کے دین کو بالفعل قائم کرنا چونکہ آپؐ کے فرائض منصبی میں شامل تھا، لہٰذا اللہ کے اذن سے اپنے

جاں نثاروں کے ہمراہ آپؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی، جہاں آپ کا استقبال بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے کیا گیا۔ مدینے میں آ کر نبی کریمؐ نے پہلے چھ ماہ میں تین کام کیے۔ مسجد نبوی تعمیر کی، ایک مہاجر اور ایک انصاری کو مواخات کے ذریعے بھائی بھائی بنایا، اور مدینے کے یہودیوں کے ساتھ مدینے پر حملہ کی صورت میں مشترکہ دفاع کا معاہدہ کیا۔ یہاں سے حضورؐ کی انقلابی جدوجہد آخری مرحلے میں داخل ہوگئی۔ اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال کے دوران آپؐ نے قریش کے خلاف مہمیں بھیجیں، جن کے ذریعے گویا سانپ کو بل سے باہر نکالا۔ اس مسلح تصادم کا آغاز غزوہ بدر سے ہوا۔ تصادم کا یہ مرحلہ چھ سال تک جاری رہا، اور اِس میں 250 سے زائد صحابہ کرامؓ نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور بالآخر فتح مکہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی کے عظیم ترین انقلاب کی راہ ہموار کر دی۔ یہ تھا وہ عظیم کارنامہ جس کا ادراک بحیثیت انسان ہم کر سکتے ہیں۔ اس موقع پر محترم ڈاکٹر صاحب نے حاضرین محفل سے اپیل کی کہ غلبہ دین کی جدوجہد میں ہمارا ساتھ دیں۔ انہوں نے کہا کہ حق و باطل کی جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

نبی کریمؐ چونکہ پوری نوع انسانی کے لیے بھیجے گئے ہیں لہٰذا ہم پر اسلامی نظام کا قیام تاریخ انسانی کا قرض ہے۔ احادیث رسول ﷺ کے مطابق قیامت سے قبل خلافت کا نظام پورے کرۂ ارضی پر قائم ہو کر رہے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس وقت تک ہم حضورؐ کے سچے امتی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے جب تک حضورؐ کے مشن کی تکمیل ہمارا مقصد اول نہ بن جائے۔ ڈاکٹر تقریباً کے پونے دو گھنٹے لیکچر کو اڑھائی ہزار سے زائد خواتین و حضرات نے پوری دلجمعی سے سنا۔ مقامی رفقائے تنظیم کے مطابق عارف والا کے عوام جو محترم ڈاکٹر اسرار احمد کو Peace Tv اور Qtv پر بڑے ذوق و شوق سے دیکھتے اور سنتے ہیں اپنے درمیان پا کر اور لائیو خطاب سن کر بہت خوشی اور عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔

رفقائے تنظیم اسلامی عارف والا نے اس جلسۂ عام کو کامیاب بنانے کے لیے محترم محمد ناصر بھٹی اور لیاقت علی ملک کی قیادت میں بہترین ٹیم ورک کا مظاہرہ کیا۔ اس پروگرام کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی کروائی گئی اور ان شاء اللہ جلد اس خطاب کی CD دستیاب ہوگی۔ یہ پروگرام FM ریڈیو ساہیوال اور بہاولنگر نے بھی نشر کیا۔ اللہ تعالیٰ اسرہ عارف والا کے تمام رفقاء کی اپنے دین متین کے لیے کی گئی شبانہ روز محنت کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین! اگلے روز محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے بار ایسوسی ایشن عارف والا سے خصوصی خطاب کیا جس کی رپورٹ ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں پیش کی جائے گی۔

(مرتب: وسیم احمد)

سیالکوٹ تنا ظیم کا پہلا تنظیمی اجتماع

14 جولائی 2007ء کو الہدیٰ لائبریری محلہ اسلام آباد میں سیالکوٹ تناظیم کا پہلا تنظیمی اجتماع منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز عثمان منظور کی تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ ڈاکٹر سکندر نے کلام اقبال پیش کیا۔ اس کے بعد عبدالقدیر بٹ نے درس قرآن دیا۔ مقامی ناظم مالیات جناب پرویز اکرام بھٹی نے مالیاتی رپورٹ پیش کی۔ بعد نماز مغرب جنید نذیر نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ ہم محض دعویٰ ایمان سے جنت میں نہیں چلے جائیں گے۔ ہمیں ضرور بالضرور آزمایا جائے گا۔

مقامی ناظم دعوت جناب فیصل وحید نے دعوتی رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت 85 احباب ہمارے زیر دعوت ہیں۔ دعوتی رپورٹ کے بعد راقم نے رفقائے تنظیم کی تعداد، اسروں کے نظام، ماہانہ اجتماعات اور حلقہ جات قرآنی کے بارے میں اجمالاً گفتگو کی۔ یہ پروگرام شام چھ بجے سے نماز عشاء تک جاری رہا اور سیالکوٹ کی دونوں تناظیم اس پروگرام میں شریک تھیں۔ (رپورٹ: اعجاز عنصر)

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ کا لال مسجد آپریشن کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

22 جولائی 2007ء کو نماز ظہر کے بعد سیالکوٹ شہر میں بہرام جی موڑ پر لال مسجد آپریشن کے خلاف حلقہ گوجرانوالہ کی سطح پر ایک مظاہرہ ہوا۔ تمام رفقاء ظہر سے قبل مسجد فاطمہ کرسچن ٹاؤن میں اکٹھے ہوگئے۔ نماز کے بعد شاہد رضا نے مختصر درس دیا۔ بعد ازاں مختلف گروپس اور گروپ لیڈر بنائے گئے۔ وہاں سے بہرام جی موڑ پر گئے، موڑ پر تقریباً آدھا گھنٹہ تک مظاہرہ کیا گیا۔ لیکن اس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا کہ کاروبارِ زندگی یا ٹریفک میں تعطل پیدا نہ ہو۔ سڑک سے گزرنے والوں نے اس مظاہرے کو بہت سراہا۔ مظاہرے میں تقریباً سو افراد شریک ہوئے۔ تین بجے فاطمہ مسجد کی طرف واپسی ہوئی، جہاں شرکاء کی مشروب سے تواضع کی گئی جس کے بعد رفقاء پُر امن طور پر منتشر ہوگئے۔

(رپورٹ: اعجاز عنصر)

تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی کے زیر اہتمام شب بیداری کا انعقاد

28 جولائی کی شب تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی کے زیر اہتمام شب بیداری منعقد کی گئی۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کی سعادت عثمان منظور نے حاصل کی۔ علی شاہد نے کلام اقبال سے سامعین کے دلوں کو گرمایا۔ عبدالغفور نے سورۃ الفاتحہ کے حوالہ سے درس دیا۔ ان کے بعد اکرام الحق نے توبہ کی برکات پر مختصر گفتگو فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ خوشخبری سنائی ہے کہ اگر نادانی میں اُن سے گناہ ہو جائے، مگر وہ اللہ کی طرف رجوع کر لیں تو وہ انہیں معاف فرما دے گا۔ حدیث رسول ﷺ میں ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اُس نے گناہ کئے ہی نہ ہوں۔ نماز عشاء اور کھانے کے وقفہ کے بعد حافظ نعیم صفدر نے ''تربیت کی اہمیت'' پر گفتگو کی۔ حافظ شاہد ذوالفقار نے سیرت عمر رضی اللہ عنہ کے موضوع پر فکر افروز گفتگو کی۔ اس کے بعد مقامی امیر عبدالقدیر بٹ نے مسائل نماز پر مذاکرہ کروایا اور سوا گیارہ بجے یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ اس شب بیداری میں رفقاء کے علاوہ دس احباب بھی شریک ہوئے۔

(رپورٹ: اعجاز عنصر)

اسرہ نوشہرہ کے زیر اہتمام دعوتی و تربیتی پروگرام

اُسرہ نوشہرہ کے رفقاء کا آپس میں مشورہ ہوا کہ ذاتی اصلاح کے لئے ایک دعوتی و تربیتی پروگرام ترتیب دیا جائے جس کا دورانیہ عصر سے عشاء تک ہو۔ خطابات کے لئے مختلف رفقاء کو ذمہ داری سونپی گئی۔ یہ پروگرام 28 جولائی 2007ء بروز ہفتہ اُسرہ نوشہرہ کینٹ کے زیر اہتمام عصر تا عشاء بدرشی گاؤں کی ''علی مسجد'' میں منعقد ہوا۔ رفقاء مرکز نوشہرہ میں مجوزہ دعوتی و تربیتی پروگرام کے لئے جمع ہوئے اور پھر یہاں سے تقریباً 3 بجے علی مسجد کو روانہ ہوئے۔ نماز عصر سے پہلے وضو و نماز کے فرائض اور کچھ دعاؤں کو سیکھنے اور یاد کرنے کی نشست ہوئی۔ نماز عصر سے قبل محلے میں ایک دعوتی گشت ہوا۔ نماز عصر کے بعد ایک رفیق نے انبیاءؑ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت کے حوالے سے گفتگو کی۔ بعد نماز مغرب محمد سعید قریشی نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' پیش کیا۔ بعد نماز عشاء کے بعد ایک رفیق نے فرائض کی ادائیگی کے لئے جماعت سازی اور موجودہ دور کی معروف دینی جماعتوں کے حوالے سے گفتگو کی۔ دُعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس اصلاحی و دعوتی پروگرام میں 8 رفقاء اور 8 احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: جاں نثار اختر)

تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے زیر اہتمام ماہانہ دعوتی و تربیتی پروگرام

یہ اجتماع 3 اگست کو دفتر تنظیم اسلامی فورٹ عباس میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز امیر حلقہ محمد منیر احمد کے خطاب جمعہ ہوا۔ خطاب جمعہ میں آپ نے ''دعوت دین اور اُس کا طریقہ کار'' پر روشنی ڈالی۔ نماز جمعہ اور کھانے کے وقفہ کے بعد محمد منیر احمد نے فرائض دین کا جامع تصور اور جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد اور مراحل پر گفتگو کی۔ اس کے بعد نے درس حدیث ہوا۔ مقامی امیر وقار اشرف نے

ایک مضمون کا مطالعہ کروایا، جس میں بتایا گیا تھا کہ وہ کون سے امور ہیں جن سے اجتماعیت تباہ ہو جاتی ہے۔ انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ اِن خامیوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ پروگرام کے آخر میں تنظیم میں شامل ہونے والے نئے رفقاء کا تعارف کرایا گیا۔ مسنون دُعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (مرتب: محمد جمیل)

تنظیم اسلامی لاہور کا ''سودی معیشت'' کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام پریس کلب کے باہر ''سودی معیشت'' کے خلاف ایک پُر امن احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ مظاہرے میں تنظیم اسلامی کے سینکڑوں کارکن شریک ہوئے، جنہوں نے ہاتھوں میں بینرز اور پلے کارڈز اُٹھا رکھے تھے۔ مظاہرے کی قیادت تنظیم اسلامی لاہور کے امیر ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے کی۔ انہوں نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ غیر اسلامی نظامِ معیشت نے پاکستان کے عوام کو دو طبقات میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک طرف حکمران اور اُن کا پروردہ وہ چھوٹا سا طبقہ ہے جس نے تمام ملکی وسائل اور ذرائع آمدن پر قبضہ جما لیا ہے اور دوسری طرف عوام کی وہ کثیر تعداد ہے جو شب و روز محنت کر کے بمشکل دو وقت کی روٹی کا انتظام کر پاتی ہے، جبکہ ان میں سے ایک بہت بڑی تعداد غربت کی لکیر سے بھی نیچے اتر کر غیر انسانی سطح پر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ آئے روز اخبارات میں بھوک کے ہاتھوں مجبور لوگوں کی خودکشی کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے یہاں اللہ کا دین قائم و نافذ نہیں کیا۔ ہمارے امپورٹڈ وزیر اعظم اور وزیر خزانہ کا اصل کام ایسی معاشی پالیسیوں کو ترقی دینا ہے کہ پاکستانی عوام دو وقت کی روٹی کے لیے ترستے رہیں۔ حکومتی اور دیگر ادارے پہلے ہی سودی نظام کے خونی پنجے میں جکڑے ہوئے ہیں اور اب وہ عوام الناس کو مختلف ترغیبات مثلاً آسائش لون، گھر بناؤ، کار خرید و جیسی سودی سکیموں کے ذریعے معاشی قیدی بنانا چاہتے ہیں۔ اللہ نے اپنے کلام پاک میں سود کو حرام مطلق قرار دیتے ہوئے سود کے لین دین کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے خلاف جنگ قرار دیا ہے جبکہ ہماری معیشت کی بنیاد ہی سود ہے۔ جب تک سودی معیشت کا خاتمہ نہیں کیا جاتا، چند ہاتھوں میں دولت کے ارتکاز کو روکا نہیں جا سکتا۔ سود سرمایہ کاری کی بجائے سرمایہ پرستی کی راہ دکھاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جائز اور حلال طریقے سے دولت کمانے سے منع نہیں فرماتا بلکہ فرمان نبویؐ ہے کہ رزق حلال عین عبادت ہے۔ ہمارے دین میں نظریاتی اعتبار سے شرک اور عملی لحاظ سے سود خوری بدترین گناہ ہے۔ پاکستان میں امیر اور غریب میں بڑھتا ہوا تفاوت سود ہی کی وجہ سے ہے۔ سود کی نحوست نے ہمیں معاشی بدحالی، بے سکونی، بے روزگاری اور افلاس کے تحفے دیئے ہیں۔ ان تمام مسائل سے نجات کی واحد راہ یہ ہے کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر اسلام کے نظامِ عدل و قسط کے قیام کے لیے کمر باندھ لیں اور سود اور جوئے جیسی خباثتوں کو اپنے ملک سے ختم کرنے کے لیے اپنا تن من دھن ایک کر دیں۔ اس موقع پر مظاہرین نے جو پلے کارڈ اُٹھا رکھے تھے، ان پر درج ذیل عبارتیں درج تھیں:

1- سودی نظام ختم کر کے اللہ اور رسول ﷺ سے جاری جنگ بند کرو
2- اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے
3- سود کے گناہ کے ستر (70) حصوں میں سے ہلکا ترین ماں سے بدکاری کے برابر ہے
4- ذخیرہ اندوز سے اللہ کا کوئی تعلق نہیں ہے
5- ع دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ

(مرتب: فرقان دانش خان)

بقیہ: اداریہ

کی جا رہی ہے، یا کسی عمل کا ردِ عمل ہے۔ کیا ''دہشت گردی'' کی وجوہات ختم کیے بغیر دہشت گردی ختم کی جا سکتی ہے۔ آپ کسی کے ملک پر قبضہ کر لیں، وہاں آتش فشانی سے شہر اور گاؤں جلا کر راکھ کر دیں، آپ کے فوجی جس گھر میں چاہیں داخل ہو جائیں اور جن مستورات کی جھلک کبھی آسمان نے نہ دیکھی ہو اُن کی عزت اُن کے محرموں کے سامنے تار تار کر دیں۔ ماؤں کے سامنے معصوم بچوں کو زمین پر پٹخ کر ہلاک کر دیں پھر کسی ردِ عمل پر میڈیا پہ دہشت گردی کی چیخ و پکار کریں۔ ہم بی بی سی

سے اس حد تک تو متفق ہیں کہ ایسے لیڈر کیا تبدیلی لائیں گے جن کی سوچ میں انقلابیت نام کو نہ ہو جن کی ٹانگیں امریکہ کا نام سنتے ہی کانپنے لگیں۔ اُنہیں اگر مردار نوچنے والی گِدھوں سے تشبیہ دی گئی ہے تو غلط نہیں ہے۔

کاش ہم اِس حقیقت کو جان لیں، پہچان لیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا۔ جب تک اسلام بحیثیت نظام نافذ نہیں ہو جاتا، پاکستان ایک اسلامی فلاحی جمہوری ریاست نہیں بن سکتا، اور نہ ہی پاکستان کو کبھی استحکام نصیب ہو سکتا ہے۔ اِس کی مثال بالکل اِس طرح ہے کہ بچہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے پر اور کان میں اذان دیئے جانے پر مسلمان تو کہلاتا ہے لیکن حقیقی مسلمان یا مردِ مومن اُس وقت تک نہیں کہلا سکتا جب تک وہ ارکان اسلام پر عامل نہ ہو، اللہ اور رسول ﷺ کے سامنے مکمل طور پر سرنگوں نہ ہو جائے۔ ہمیں انفرادی اور ریاستی سطح پر اللہ اور رسول ﷺ کے سامنے ہتھیار ڈالنے ہوں گے۔ ہمارا رویہ، ہمارا طرزِ عمل یہاں تک کہ ہماری چاہت اور ہماری خواہشات بھی اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کے تابع ہو جائیں تو پھر کسی گاؤں میں کوئی سگو کسی اکرم پر ظلم کے پہاڑ نہیں توڑ سکے گا اور کوئی ٹھیکیدار کسی مزدور کو مزدوری کے مطالبے پر جلا کر راکھ نہ کر سکے گا۔ ہمارے لیڈر امریکہ کی بجائے اللہ کے آگے جھکیں گے تو اُن کے دلوں سے انسانی قوت کا خوف اور دہشت ختم ہو جائے گی۔ اللہ کا خوف دل میں ہوگا تو محلاتی سازشیں کبھی جنم نہ لیں گی۔ حکمران اگر صحیح معنوں میں قوم کا خادم بن کر سامنے آئے گا اور مراعات حاصل کرنے والا آخری آدمی ہوگا تو کرپشن کی جڑ کٹ جائے گی۔ ایک بار پھر زیورات سے لدی پھندی عورت صحرا اور جنگل بے خوف عبور کر سکے گی۔ مسلمانانِ پاکستان بہت ٹھوکریں کھا چکے ہیں۔ انہوں نے مارشل لاء سے لے کر جمہوریت تک اور پارلیمانی نظام سے صدارتی نظام تک سب کچھ آزما لیا۔ حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ خدارا! اسلامی نظام کو بھی اپنا کر دیکھ لیں۔ نظامِ مصطفیٰ کو اپناؤ، مصطفیٰ کا رب تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گا۔ پھر کوئی امریکہ، کوئی روس تمہیں گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے۔ اقبال کا یہ مصرعہ محض گنگنانے سے کام نہیں چلے گا۔ اِس کو اپنا حال بنانا ہوگا۔ اس کو اپنا اوڑھنا بچھونا ہوگا، تب بات بنے گی۔ وگرنہ ہر پاکستانی جان لے کہ بات بگڑ چکی ہے، اور آسمانوں میں ہماری بربادی کے مشورے ہو رہے ہیں۔

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہٗ

پاکستان میں نظامِ خلافت ...... کیا، کیوں اور کیسے؟

کے موضوع پر

بندھن شادی ہال، وزیر آباد میں

بروز اتوار 9 ستمبر 2007ء بعد نماز عشاء

خطاب فرمائیں گے

المعلن: شاہد رضا، ناظم تنظیم اسلامی گوجرانوالہ
فون: 0300-7446250

دفتر کی تبدیلی

رفقاء و احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ

تنظیم اسلامی ناتھ کراچی کا دفتر اب سیکٹر 11-C میں منتقل ہو گیا ہے۔

مکمل پتہ: مکان نمبر LS-9، سیکٹر 11-C نارتھ کراچی فون 021-6034671

جنوبی کورین رہا ہو گئے

طالبان نے 19 جنوبی کورین شہری رہا کر دیے ہیں جنہیں وسط جولائی میں پکڑا گیا تھا۔ طالبان کا دعویٰ ہے کہ جنوبی کورین حکومت نے انہیں رہائی کے بدلے 20 ملین ڈالر ادا کیے ہیں۔ طالبان اس رقم سے مزید اسلحہ خریدنا چاہتے ہیں تا کہ اتحادی فوج پر حملے تیز کر سکیں۔ تاہم جنوبی کورین حکومت کا کہنا ہے کہ طالبان کو تاوان کی رقم ادا نہیں کی گئی بلکہ مغویوں کو دو شرائط پر رہائی ملی ہے: اوّل جنوبی کوریا کے فوجی افغانستان سے نکل جائیں گے، دوم اس سال کے آخر تک مشنری کام بھی روک دیا جائے گا۔

آزادئ رائے کا ناجائز استعمال

نہ معلوم کیوں یورپی خصوصاً اسکینڈے نیوین ممالک کے باشندوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ آزادی رائے کا مطلب ہے...... دوسرے مذاہب اور پیغمبروں کا کھل کر مذاق اڑاؤ۔ سویڈن کے ایک اخبار نیرکیس الیہنڈ ہ نے کفریہ کارٹون بنا کر مسلمانوں کے جذبات مشتعل کر دیے ہیں۔ یہ مذموم حرکت سٹاک ہوم کے کارٹون نگار، لارس ولکس کی ہے جسے فن کار کے نام پر دھبہ کہنا چاہیے۔ لگتا ہے کہ یورپی فن کاروں کو سستی شہرت کا بہانہ ہاتھ آ گیا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کوئی مذاق نہیں بلکہ انتہائی گھٹیا حرکت ہے اور کوئی بھی مسلمان ان کو قتل کر سکتا ہے۔ کہ ایسے بدبخت کی یہی سزا ہے۔

کس قدر افسوسناک بات ہے کہ حقوق انسانی، اخلاقیات کے ''مہذب''، چیمپئن حکومتیں آزادی رائے کے اس غلط استعمال پر اخبار کے ناشر اور کارٹون نگار کی پیٹھ ٹھونکتی اور انہیں شاباش دیتی ہیں۔ تازہ گھناؤنے واقعے میں سویڈش وزیر اعظم فریڈک این فلڈت نے بڑک ماری ہے کہ وہ سویڈن میں اظہار رائے کی آزادی کا دفاع کریں گے۔

اسلامی ممالک میں ان طبقات کو اب ہوش آ جانا چاہیے جو ہر شعبہ ہائے زندگی میں مغرب کی دیوانہ وار نقالی میں مصروف ہیں۔ ان کے رسوم ورواج کو گلے لگانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب وہ کھلم کھلا ہماری مقدس ترین ہستی کی توہین کرنے لگے ہیں۔ افسوس کہ ہماری حکومتیں صرف احتجاج کر سکتی ہیں، حالانکہ اُن کا یہ فرض ہے کہ ایسے ممالک سے سفارتی تعلقات منقطع کریں۔

عبداللہ گل صدر بن گئے

اسلام پسند امیدوار عبداللہ گل نے ایک نئی تاریخ رقم کر دی جب وہ 28 اگست کو ترکی کے نئے صدر بن گئے۔ 56 سالہ گل نے رائے شماری کے تیسرے مرحلے میں 550 نشستی ایوان میں 339 ووٹ حاصل کیے۔ یوں سادہ اکثریت نے انہیں ان کے نئے عہدے پر پہنچا دیا۔ گو عبداللہ گل نے ترک فوج کو یقین دلایا ہے کہ وہ سیکولر آئین کو چھیڑنے کی کوشش نہیں کریں گے مگر سیاسی ماہرین کا خیال ہے کہ اب حکمران جماعت، جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی ''خاموش انقلاب'' کے ذریعے انتظامیہ میں اپنے اسلام پسند حامی داخل کرنے کی کوشش کریں گے۔

فوج کو یقیناً ایک اسلام پسند کا صدر بننا پسند نہیں آیا۔ جدید ترکی کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کوئی اسلامی رہنما ملک کا صدر بنا ہے۔ عہدہ صدارت پر فائز ہونے کے بعد جب عبداللہ گل ایک سرکاری تقریب میں شریک ہوئے تو وہاں موجود جرنیلوں نے ان سے ہاتھ تو ملایا لیکن انہیں سلیوٹ نہیں مارا چونکہ بحیثیت صدر گل ترک افواج کے سپریم کمانڈر ہیں، اس لیے انہیں سلیوٹ ملنا چاہیے تھا۔ اس واقعے سے دراصل جرنیلوں نے بتا دیا کہ وہ ان کے چناؤ سے خوش نہیں۔

کربلا میں خانہ جنگی

پچھلے دنوں کربلا میں مختلف شیعہ گروہوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس کی زد میں آ کر تقریباً 52 افراد مارے گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ جھڑپیں مقتدیٰ الصدر کی ملیشیا، حکمران جماعت، سپریم عراقی اسلامک کونسل کی بدر ملیشیا اور پولیس کے درمیان ہوئیں۔ ان جھڑپوں سے ظاہر ہے کہ عراق میں فرقہ وارانہ اختلافات کے بیج اتنی زیادہ تعداد میں پھیل چکے ہیں کہ اب متحارب گروہوں کے ذیلی گروہ بھی ایک دوسرے سے دست وگریباں ہونے لگے۔

عراق میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ امریکی فوجی موجود ہیں۔ کئی ماہرین کا خیال ہے کہ عراق سے امریکیوں کے نکلتے ہی حالات معمول پر آ جائیں گے۔ صورت حال سے بھی پتا چلتا ہے کہ امریکی فرقہ وارانہ اختلافات کو ہوا دینے میں مصروف ہیں تا کہ اپنا الو سیدھا کر سکیں۔

اُدھر اقوام متحدہ کی تازہ رپورٹ کے مطابق بے گھر عراقیوں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اندازے مطابق ہر ماہ 50 سے 60 ہزار عراقیوں کے سروں سے چھت چھن جاتی ہے۔ امریکی حملے سے لے کر اب تک تقریباً دس لاکھ عراقی جاں بحق اور پچاس لاکھ بے گھر ہو چکے ہیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کا الزام

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھارتی افواج پر الزام لگایا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین سے جنگ کرتے ہوئے وہ غیر انسانی رویے کا مظاہرہ کرتے ہوئے گرفتار شدگان کو شدید تشدد کا نشانہ بناتی ہے۔ مثلاً انہیں بھوکا رکھتی، بجلی کے جھٹکے دیتی اور اعضا کاٹنے سے گریز نہیں کرتی۔ تنظیم نے بھارتی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ تشدد کے سلسلے میں اقوام متحدہ کے جنیوا کنونشن کی پاسداری کرے۔

افغانستان میں افیون کی کاشت زوروں پر

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے انسداد منشیات نے تازہ رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ اس وقت دنیا کی 90 فیصد افیون افغانستان میں پیدا ہو رہی ہے اور اس کی کاشت کا زور جنوبی اضلاع میں ہے جہاں طالبان اتحادی فوج سے نبرد آزما ہے۔ اس سال افغانوں نے 93,000 ایکڑ رقبے پر افیون کاشت کی ہے، پچھلے سال یہ رقبہ 65,000 ایکڑ تھا۔ یوں اس سال افیون کی پیداوار 6100 ٹن سے بڑھ کر 8200 ٹن ہو گئی۔ یاد رہے کہ طالبان نے اپنے دور حکومت میں افیون کی کاشت پر پابندی لگا دی تھی لیکن اب انہوں نے اپنا فیصلہ تبدیل کر لیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ افیون کی تجارت سے انہیں رقم ملنے لگی ہے۔ تاہم افغانستان کے جو شمالی اور وسطی علاقے حکومت کے کنٹرول میں ہیں، وہاں افیون کی کاشت ختم ہو چکی یا کم ہو رہی ہے۔

عباس اور اولمرٹ کی ملاقات

پچھلے دنوں اسرائیلی وزیر اعظم اولمرٹ اور فلسطینی صدر محمود عباس کے مابین یروشلم میں ملاقات ہوئی۔ یہ ایک مہینے میں ان کی دوسری ملاقات تھی۔ ان ملاقاتوں کے ذریعے دراصل وہ طے کرنا چاہتے ہیں کہ نومبر یا دسمبر میں ہونے والی عالمی کانفرنس کا لائحہ عمل کیا ہوگا۔ ذرائع کے مطابق اس سلسلے میں دونوں کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں۔

صدر عباس کے ایک ساتھی کا کہنا ہے۔ ''ہماری پوزیشن صاف ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسرائیل وہ تمام علاقے خالی کر دے جو 1967ء کی جنگ میں چھینے گئے تھے اور ایک آزاد فلسطینی مملکت قائم کر دی جائے جس کا دارالحکومت یروشلم (بیت المقدس) ہو۔''

It has also opened up the allies to the charge of war crimes. In a recent air attack in southern Afghanistan that killed 25 civilians, NATO spokesman Lt. Col Mike Smith said the Taliban were responsible because they were hiding among the civilian population.

But Article 48 of the Geneva Conventions clearly states: "The Parties to the conflict shall at all times distinguish between the civilian population and combatants." Article 50 dictates that "The presence within the civilian population of individuals who do not come within the definition of civilian does not deprive the population of its civilian character."

The stepped up air war in both countries has less to do with a strategic military decision than the reality that the occupations are coming apart at the seams.

For all intents and purposes, the U.S. Army in Iraq is broken, the victim of multiple tours, inadequate forces, and the kind of war Iraq has become: a conflict of shadows, low-tech but highly effective roadside bombs, and a population which is either hostile to the occupation or at least sympathetic to the resistance.

It is much the same in Afghanistan. Lord Inge, the former British chief of staff, recently said, "The situation in Afghanistan is much worse than many people recognize…it is much more serious that people want to recognize." A well-placed military source told the Observer, "If you talk privately to the generals, they are very worried." Faced with defeat or bloody stalemate on the ground, the allies have turned to air power, much as the U.S. did in Vietnam. But, as in Vietnam, the terrible toll bombing inflicts on civilians all but guarantees long-term failure.

"Far from bringing about the intended softening up of the opposition," Phillip Gordon, a Brookings Institute Fellow, told the Asia Times, "bombing tends to rally people behind their leaders and cause them to dig in against outsiders who, whatever the justification, are destroying their homeland."

(http://www.commondreams.org)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لیے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں!

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع
یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لیے ترتیب دیا گیا ہے' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

نصاب

1) عربی صرف و نحو
2) ترجمہ قرآن (تقریباً پانچ پارے)
3) آیاتِ قرآنی کی صرفی و نحوی تحلیل (تقریباً دو پارے)
4) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہ نمائی (منتخب دروسِ قرآن)
5) تجوید و حفظ
6) مطالعۂ حدیث
7) اصطلاحاتِ حدیث
8) اضافی محاضرات

کورس کا آغاز ان شاء اللہ 10 ستمبر سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو (9) ماہ ہوگا

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس

جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

ناظم شعبۂ تدریس' قرآن اکیڈمی

36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 3-5869501)

email : irts@tanzeem.org

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 34

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

by Conn Hallinan

Death at a Distance: The US Air War

According to the residents of Datta Khel, a town in Pakistan's North Waziristan, three missiles streaked out of Afghanistan's Pakitka Province and slammed into a Madrassa, or Islamic school, this past June. When the smoke cleared, the Asia Times reported, 30 people were dead.

The killers were robots, General Atomics MQ-1 Predators. The AGM-114 Hellfire missiles they used in the attack were directed from a base deep in the southern Nevada desert.

It was not the first time Predators had struck. The previous year a CIA Predator took a shot at al-Qaeda's number two man, Ayman al-Zawahiri, but missed. The missile, however, killed 18 people. According to the Asia Times piece, at least one other suspected al-Qaeda member was assassinated by a Predator in Pakistan's northern frontier area, and in 2002 a Predator killed six "suspected al-Qaeda" members in Yemen.

These assaults are part of what may be the best kept secret of the Iraq-Afghanistan conflicts: an enormous intensification of US bombardments in these and other countries in the region, the increasing number of civilian casualties such a strategy entails, and the growing role of pilot less killers in the conflict.

According to Associated Press there has been a five-fold increase in the number of bombs dropped on Iraq during the first six months of 2007 over the same period in 2006. More than 30 tons of those have been cluster weapons, which take an especially heavy toll on civilians.

The U.S. Navy has added an aircraft carrier to its Persian Gulf force, and the Air Force has moved F-16s into Balad air base north of Baghdad.

Balad, which currently conducts 10,000 air operations a week, is strengthening runways to handle the increase in air activity. Col. David Reynolds told the AP, "We would like to get to be a field like Langley, if you will." The Langley field in Virginia is one of the Air Force's biggest and most sophisticated airfields.

The Air Force certainly appears to be settling in for a long war. "Until we can determine that the Iraqis have got their air force to significant capability," says Lt Gen. Gary North, the regional air commander, "I think the coalition will be here to support that effort."

The Iraqi air force is virtually non-existent. It has no combat aircraft and only a handful of transports.

Improving the runways has allowed the Air Force to move B1-B bombers from Diego Garcia in the Indian Ocean to Balad, where the big aircraft have been carrying out daily strikes. A B1-B can carry up to 24 tons of bombs.

The step-up in air attacks is partly a reflection of how beaten up and overextended U.S. ground troops are. While Army units put in 15-month tours, Air Force deployments are only four months, with some only half that. And Iraqi and Afghani insurgents have virtually no ability to inflict casualties on aircraft flying at 20,000 feet and using laser and satellite-guided weapons, in contrast to the serious damage they are doing to US ground troops.

Besides increasing the number of F-16s, B1-Bs, and A-10 attack planes, Predator flight hours over both countries have doubled from 2005. "The Predator is coming into its own as a no-kidding weapon verses a reconnaissance-only platform," brags Maj. Jon Dagley, commander of the 46th Expeditionary Reconnaissance Squadron.

The Air Force is also deploying a bigger, faster and more muscular version of the Predator, the MQ-9 "Reaper" - as in grim - a robot capable of carrying four Hellfire missiles, plus two 500 lb. bombs.

The Predators and the Reapers have several advantages, the most obvious being they don't need pilots. "With more Reapers I could send manned airplanes home," says North.

At $8.5 million an aircraft - the smaller Predator comes in at $4.5 million apiece - they are also considerably cheaper than the F-16 ($19 million) the B1-B ($200+ million) and even the A-10 ($9.8 million).

The Air Force plans to deploy 170 Predators and 70 Reapers over the next three years. "It is possible that in our lifetime we will be able to run a war without ever leaving the US," Lt Col David Branham told the New York Times.

The result of the stepped up air war, according to the London-based organization Iraq Body Count, is an increase in civilian casualties. A Lancet study of "excess deaths" caused by the Iraq war found that air attacks were responsible for 13% of the deaths - 76,000 as of June 2006 - and that 50% of the deaths of children under 15 were caused by air strikes.

The number of civilian deaths in Afghanistan from air strikes has created a rift between the North Atlantic Treaty Organization and the United States.

"A senior British commander," according to the New York Times, has pressed U.S. Special Forces (SF) to leave southern Afghanistan because their use of air power was alienating the local people. SFs work in small teams and are dependent on air power for support.

SFs called in an air strike last November near Kandahar that killed 31 nomads. This past April, a similar air strike in Western Afghanistan killed 57 villagers, half of them women and children. Coalition forces are now killing more Afghan civilians than the Taliban are. The escalating death toll has thrown the government of Hamid Karzai into a crisis and the NATO governments into turmoil. "We need to understand that preventing civilian casualties is crucially important in sustaining the support of the population," British Defense Minister Des Browne told the Financial Times.